اس کتاب کے جملہ حقوق بموجب ایکٹ نمبر ۳ سنہ ۱۹۱۴ء ہمارے نام محفوظ ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا اللہ — یا محمد

ہیں حور و ملک شیفتۂ روئے محمد
آفاق معطر ہے بہ خوشبوئے محمد

سوانح حیات

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جس میں

حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ محبوبِ کبریا خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصر حالاتِ زندگی درج ہیں۔

جسکو

منشی عزیز الدین نجم الدین تاجرانِ کتب لاہور پبلشرز

نے چھپوا کر شائع کیا

MASOOD FAISAL JHANDIR LIBRARY
Acc No: 091046
★ MAILSI ★
TECHNICAL SUPPORT BY
CHUGHTAI
PUBLIC LIBRARY
Masood Faisal Jhandir Library

ایک مسلم کے حسنِ عقیدت کا ترنم

آقا و مولا کے مجلس میں

جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

سوانح عمری

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

معروف بہ

ہادیٔ اسلام علیہ السلام

یعنی

حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات محمد مصطفےٰ احمدِ مجتبےٰ محبوبِ کبریا خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مختصر حالاتِ زندگی

مرتبہ

منشی تاج الدین احمد صاحب تاج مجددی نقشبندی ایڈیٹر اخبار ہنٹر ... ادب

حسب فرمائش

... بعض واقعات ... تاجران کتب لاہور بازار کشمیری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دیباچہ

خدا کے حبیب خدا کے سچے رسول محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی مقدس و متبرک زندگی کے حالات مسلم نے لکھے غیر مسلم نے لکھے اچھے لکھے برے لکھے اور نہایت کثرت سے لکھے۔ ایک متعصب غیر مذہب اور پھر دشمن اسلام کی طرف سے حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت کسی کلمۂ خیر کی کیا اُمید ہو سکتی ہے وہ تو اپنے محسود کی خوبیوں کو بھی عیب بنا کر ہی دنیا میں ظاہر کریگا۔ لیکن خدا کے سچے رسول کی پاکیزہ تعلیمات اور بے ریا زندگی کی معجزنما صداقت میں وہ تاثیر ہے کہ آپ کے بڑے سے بڑے خ[illegible] بھی بعض اوقات آپ کے محاسن کے [illegible] معترف ہوئے نہیں [illegible] رہ سکتے۔

ایک مُسلم کے حُسنِ عقیدت کا تو تقاضا ہی یہی ہے کہ وُہ اپنے آقا و مولا کے محامد و محاسن کو نہایت عُمدہ اَور بہترین و دلچسپ اَور مؤثّر پیرایہ میں بیان کرے اَور یہی اُس کے ایمانِ صادق کی علامت ہے۔ اَور جس کثرت سے بھی وُہ اپنے ہادی و پیشوا کا تذکرہ بار بار کرے اُس کے لئے تھوڑا ہے۔ مگر غیر مذاہب میں بھی خُداوند تبارک و تعالےٰ نے بعض ایسے نیک دِل اَور غیر مُتعصّب افراد پیدا کئے ہیں کہ جنہوں نے حضُور ہادیٔ اسلام علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے سوانح پاک کو نہایت خلوص اَور اَور تعصّب سے دل کو خالی کر کے لکھا ہے۔ چنانچہ اِس وقت جناب شردھے پرکاش دیوجی پرچارک براہمہ دھرم کے قلم کی لکھی ہُوئی حضُور سرورِ کائنات کی ایک سُوانح عُمری میرے سامنے ہے۔ جس میں آپ نے حُضور ہادیٔ اسلام علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے حالات نہایت نیک نیتّی بے تعصّبی اَور محبّت کے ساتھ لکھے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے بوجہ غیر مذہب ہونے کے اَور تاریخِ اسلام پر عبُور کامل نہ ہونے کے باعث یا بعض مذبذب الایمان اَور بے ادب مُسلمانوں کی تصنیفات سے مُتاثّر ہو کر اِس سوانح عمُری میں بعض واقعات ایسے لکھ دِئے ہیں جنہیں ایک

صادق العقیدہ مسلمان اور محبوب پاک کا سچّا عاشق پڑھ کر خاموش
نہیں رہ سکتا اور نہ ہی اِن عقائد کو اپنے دل میں جگہ دے سکتا ہے *
مثلاً۔ غارِ حرا میں جبرئیل علیہ السّلام کا حضور کو دکھائی دینے
اور سورۂ علق کی آیات تلاوت کرنے یا سکھانے کے متعلّق
دیو پرکاش صاحب کا یہ نوٹ دینا کہ بعض مسلمان یہ عقیدہ رکھتے
ہیں کہ فرشتہ کوئی نہیں آیا صرف اُن کے دل میں ہی یہ القا ہوا
تھا۔ اور خود بخود اُن کی زبان سے یہ پانچ آئتیں نکلی تھیں *
یا واقعہ معراج شریف کو ایک کشف یا رویائے روحانی اور
لفظ رویا کو صرف معنی خواب پر چسپاں کرنا۔ یا قرآن مجید میں
اصحاب الفیل کے جس واقعہ کی نسبت تذکرہ ہے۔ اُس پر نوٹ
لکھتے ہوئے یہ لکھنا کہ ساری فوج مع ہاتھیوں کے چیچک
کی بیماری سے ہلاک ہو گئی وغیرہ وغیرہ *
پس میں نے خیال کیا کہ ایسے غلط عقائد کی تردید اور اصلاح
کی جائے۔ اور جو اصل واقعات ہیں وہ بیان کئے جائیں تاکہ
پرکاش دیو صاحب کی مرتبہ سوانح عمری کے مطالعہ سے یہ غلط
عقاید مسلمانوں میں رائج نہ ہو جائیں۔ علاوہ ازیں پرکاش دیو
صاحب کی سوانح عمری میں یہ ایک بڑی قباحت ہے کہ انہوں

نے بوجہ غیر مذہب ہونے کے حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے نام پاک کو بار بار صرف محمدؐ صاحب کر کے لکھا ہے۔ اور اصحابۂ کرام اور ازواج مطہرات کے نام پاک بھی اسی انداز سے لکھے ہیں۔ یہ مَیں مانتا ہوں کہ اُنہوں نے عمداً بے ادبی کی نیت سے ایسا نہیں کیا مگر ایک مسلمان جب اِن اسمائے پاک کو ایک بے ادبانہ طرزِ تحریر سے پڑھیگا۔ تو اُس کی طبیعت اور اُس کی زبان بھی رفتہ رفتہ اِسی قسم کی سوءِ ادبی کی خوگر ہو جائیگی ؛

ان تمام تاثرات کو محسوس کرتے ہوئے میں نے چاہا کہ میں خود ایک سوانح عمری حضور ہادیٔ اسلام علیہ السّلام کی اِس انداز سے لکھوں کہ جس سے مندرجہ بالا عقائد کی تردید بھی ہو جائے اور حضور ہادیٔ اسلام علیہ السّلام کے صحیح حالات زندگی بھی صادق العقیدہ مسلمانوں کے ذہن نشین ہو جائیں۔ یہ سوانح عمری جناب عزدھے پرکاش دیوجی صاحب کی تردید کے لئے مخاصمانہ رنگ نہیں لکھی گئی بلکہ محض مسلمانوں کو صحیح حالات سے آگاہ کرنے کے لئے لکھی گئی ہے۔ مگر پرکاش دیو صاحب کا اپنی مرتبہ سوانح عمری کے دیباچہ میں لکھنا کہ "جو واقعات اِس کتاب میں درج کئے گئے ہیں اِن کی خاطر خواہ چھان بین کر لی گئی ہے۔ اور باطمینان کہا جا سکتا ہے

کہ اُن واقعات کی صحبت میں دوست و دُشمن کو کلام نہیں۔ مگر میں عرض کرتا ہُوں کہ آپ کے تمام تحریر کردہ واقعات سے ہمیں اتفاق نہیں ہے۔ اور انہی غلط واقعات کی اصلاح کے لئے موجودہ سُوانح عُمری لکھی گئی ہے۔ اگر آپ بعض حالات غلط نہ لکھتے تو ہمیں اپنے دیباچہ میں ایسے الفاظ لکھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔

اخیر میں میں نہ ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ پر کاش دیو صاحب کی تحریر کردہ سُوانح عمری غیر مذاہب کے مطالعہ کے قابل اور اُن کے لئے ازبس مُفید ہے مگر صادق العقیدہ مُسلمانوں کو اُس کے مطالعہ کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتا۔ میں نے حضُور کی یہ سُوانح عُمری اپنی قابلیت اور علمیّت کے اظہار کے لئے نہیں لکھی۔ بخُدا یہ خیال ہی نہیں۔ بھلا میرے جیسا نالائق بے علم جاہل اُس شہنشاہِ بحر و بر محبُوبِ ربّ العٰلمین کے سُوانح پاک کو قلمبند کرنے کی کیا جرأت کر سکتا ہے؟ یہ تو محض اس خیال سے کہ جس قدر بھی کثرت سے محبُوبؐ پاک کا تذکرہ کیا جائے باعثِ ثواب ہے۔ اور مسلمان بھی جب بار بار حضُور علیہ السّلام کے حالاتِ زندگی کو پڑھینگے تو ایک طرح سے حضور کی سیرتِ حسنہ اُن کو ازبر ہو جائیگی۔

اس موقع پر میں یہ ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جناب

پرکاش دیو صاحب کے دیباچہ کے مندرجہ ذیل الفاظ نے میرے دل پر تازیانۂ غیرت کا کام کیا یعنی وُہ کہتے ہیں کہ جس طرح دُنیا میں اَور بزرگ اپنے اپنے جلال اَور بزرگی کا ایک مستحکم ستون قائم کر گئے ہیں۔ اِسی طرح محمدؐ صاحب بھی اپنی فضیلت کا ایک ایسا مضبُوط جھنڈا کھڑا کر گئے کہ جو ہمیشہ کے لئے اُن کی یادگار رہے گا۔ یعنی یہی اسلام کا جھنڈا جس کے نیچے اِس وقت ۳۰ کروڑ کے قریب دُنیا کے آدمی پناہ گزیں۔ اَور اُن کے نام پر جان دینے کے لئے مُستعد کھڑے ہیں۔ اُن کی فضیلت کا بڑا عالی شان نشان ہے۔ مگر افسوس باوجود اس کے کہ اِس قدر لوگ محمدؐ صاحب کے پیرو اَور اُن کے نام پر جان تک قُربان کرنے کو تیار ہیں مگر ایسے بہت ہی کم لوگ ہیں جو اُن کی اعلےٰ زندگی کے حالات سے واقف ہیں۔ ہم کو سینکڑوں ہزاروں ایسے لوگوں سے ملنے کا اکثر اتفاق ہُوا ہے جو اپنے تئیں پکّا مسلمان کہتے ہیں۔ لیکن اگر اُن سے محمدؐ صاحب (صلے اللہ علیہ وسلّم) کے حالات کی بابت کچھ اِستفسار کرو تو مُنہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ حالانکہ وُہی لوگ جانِ عالم اَور بے نظیر کے تمام افسانے ازبر سُنا

سکتے ہیں۔ یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ جس شخص کے نام پر مسلمان جان دیں اُس کے صرف نام ہی نام سے واقف ہوں۔ اور کچھ بھی خبر نہ رکھیں"۔ بے شک جناب دیو پرکاش صاحب نے بالکل صحیح لکھا ہے بلکہ دردِ دل کے ساتھ عرض کروں گا کہ مسلمانوں کی حالت اِس سے بھی گئی گزری ہے وہ نہ صرف جانِ عالم اور بے نظیر کے افسانے سُنا سکتے ہیں۔ بلکہ تمام مخرّبِ اخلاق ڈراموں کے شرمناک گاین اور پارٹ سُنا سکتے ہیں۔ وہ ہیر رانجھا و سوہنی مہینوال کو نوک زبان سُنا سکتے ہیں۔ وہ لچھی اور جُتّی لینی اے ستار یا لوالی وغیرہ کے حیا سوز گیت سُنا سکتے ہیں۔ یہ نہ صرف تمام سن رسیدہ مسلمانوں کی حالت کا فوٹو ہے بلکہ مسلمان عورتوں لڑکیوں اور بچّوں کو بھی یہی پلیگ کی بیماری لاحق ہے۔

میرے خیال میں اگر مسلمانوں میں ذرا بھی غیرتِ اسلامی ہے تو اُن کو چاہیئے کہ وہ آج ہی حضور سرورِ کائناتؐ کی مقدس زندگی کے پیارے حالات کو حفظ کرنا شروع کر دیں اور نہ صرف خود اِس کے عامل ہوں بلکہ اپنے خُردسال بچّوں کو بھی آج ہی سے اِس نیک کام کی تعلیم شروع کرا دیں۔ اور پھر دیکھیں

کہ مُسلمانوں کی اولاد کیسی نیک اور صالح ہوتی ہے ؛

اِسلامی مدارس کا یہ فرض اوّلیں ہونا چاہئے کہ جہاں وہ تاریخ ہند اور جغرافیہ وغیرہ بچّوں کو یاد کراتے ہیں ۔ وہاں مُسلمان بچوں کو رسُولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک مختصر سوانح عُمری بھی حفظ کرائیں تاکہ وُہ جوان ہوکر اسے اپنی زندگی کا دستور العمل بنائیں ۔ اور بچپن ہی سے پاکیزہ اور نیک خیالات میں تربیت و تعلیم و پرورش پائیں ؛

کیا ہی اچھّا ہو کہ مسلمان بھی مختصر سوانح عمری اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے اور خاص اپنی ذات کے لئے بھی تجویز فرمائیں ؛

اخیر میں میں نہایت ادب سے نکتہ چیں حضرات کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اگر کسی مقام پر مجھ سے کوئی غلطی یا علمی لغزش سرزد ہوگئی ہو تو اُس سے براہ کرم مجھے اطلاع بخشیں اور اگر اس سوانح عمری میں اُنہیں کوئی بات پسند آئے اور اُن کی طبیعت خوش ہو تو خاکسار کو ضرور دعائے خیر سے یاد فرما کر عنداللہ ماجور ہوں ؛

اخیر میں مَیں یہ ظاہر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے اس کتاب میں جناب قاضی محمدؐ سلیمان صاحب ایمان

مُصنّف الصّلوٰۃ والسّلام وغیرہ اور جناب منشی امیر الدین صاحب وکیل ریاست بیکانیر مُصنّف النبی الموعودؐ کی تصانیف سے خاص طور پر فائدہ اُٹھایا ہے ٭

خدُاوند تعالےٰ وتبارک اُن کو جزاء خیر دے۔ آمین ثم آمین

خیر طلب

تاج الدین احمد تاج مجدّدی نقشبندی

ایڈیٹر اخبار ہنٹر لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم)

ولادت باسعادت

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ؕ [1]

حضور سرور کائنات فخر موجودات علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی پیدائش سے قبل بالعموم تمام عالم اور بالخصوص تمام عرب کی اخلاقی۔ مذہبی و روحانی زندگی نہایت شرمناک اور حیاسوز تھی۔ فاران کی چوٹیوں پر ظلمتِ کفر چھائی ہوئی تھی اور خود تمام دنیا کی سردار اور شریف قوم بنی اسمٰعیل باطل پرستی کی گہری غار میں اوندھی گری ہوئی تھی۔ کعبہ کے اندر اور

[1] باوضو ہو کر اور درود شریف پڑھ کر سوانح عمری کو شروع کرنا چاہیئے۔

اُس کے گرد تین سو ساٹھ بُت پُوجے جاتے تھے۔
ہبل ایک بہت بڑا بُت کعبۃ اللہ کے اوپر رکھا ہوُا تھا۔ قبیلہ بنی کلب کے بُت کا نام وَدّ تھا۔ بنی مدحج کے بُت کا نام سواع تھا۔ قبیلہ بنی ہمدان نے یعوق نامی بُت کو اپنا معبود بنایا ہوُا تھا۔ قبیلہ بنی مراد نے یغوث نامی بُت کی پرستش شروع کر رکھی تھی۔ نسر نامی بُت قبیلہ بنی حمیر کا تھا اور یمن کے لوگ اُس کی پُوجا کرتے تھے۔ بنی غطفان کے بُت کا نام عزّےٰ تھا۔ اور ایک دوار نامی بُت تھا۔ کہ جس کی پرستش تمام نوجوان عورتیں کرتی تھیں۔
لات و منات وُہ بُت تھے کہ جو کسی مخصوص قبیلہ سے تعلق نہیں رکھتے تھے بلکہ تمام باشندگانِ عرب کے معبوُد تھے کوہ صفا پر اساف نامی بُت نصب تھا۔ نائلہ نامی بُت کوہ مروہ پر گاڑا ہوُا تھا۔ یہ بُت ایک طرح کے قربانگاہ تھے اور ہر قسم کی یہاں پر بھینٹ چڑھتی اور قربانی ہوتی تھی۔ اور سفر کے جانے اور واپس آنے کے وقت بوسہ دیا جاتا تھا۔ خانہ کعبہ کے اندر حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا بھی ایک مجسّمہ تھا اور اُس کے ہاتھ میں استخارہ کے تیر دئے ہوُئے تھے۔

اور ایک بھیڑ کے بچہ کی مورت اُس کے رُوبرُو کھڑی کی ہوئی تھی۔ اور حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کی تصویریں بھی کعبۃ اللہ کی دیواروں پر چسپاں تھیں۔ حضرت مریمؑ علیہا السّلام کی بھی ایک مورت بالتصویر اس طرح پر تھی کہ حضرت عیسےؑ علیہ السّلام اُن کی گود میں ہیں۔ عبعب نامی ایک بہت بڑا پتھر تھا کہ جس پر اونٹوں کی قربانی کرتے تھے۔ اور اُس پر ذبیحہ کے خون بہنے کو بہت ناموری کا کام سمجھتے تھے۔ عرب میں ایک اور فرقہ بھی تھا جو کہ کسی چیز کو نہیں مانتا تھا۔ ہستی باری تعالیٰ کا منکر تھا۔ اور نہ ہی مذہب انبیا علیہم السّلام کا قائل تھا۔ اور نہ بت پرستی کو مانتا تھا۔ جزا و سزا وغیرہ کا بھی اعتقاد نہ رکھتا تھا۔ اور انسان کا جانوروں اور نباتات کی مانند خاص عمر تک پہنچ کر مرجانے کا قائل تھا۔ یہ طریقہ لامذہبی کہلاتا تھا۔ اس کے برعکس ایک فرقہ تھا۔ اس میں دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک تو غیر معلوم اور پوشیدہ ہستی کو اپنا خالق مانتے تھے۔ باقی اور امور میں اُن کا عقیدہ لامذہبوں سے ملتا جلتا تھا۔ دوسرے لوگ روح کو غیر فانی تصویر کرتے تھے۔

مگر اُن کے پاس کوئی ہدائت نامہ نہیں تھا۔ اُن دنوں مذہب صابئی بھی عرب میں رائج تھا جس کو قوم سامری نے مروّج کیا تھا۔ یہ لوگ اپنے آپ کو حضرت شیث اور حضرت ادریس علیہما السّلام کا پیرو بتاتے تھے اور اُن کے پاس ایک کتاب بھی تھی جس کو وہ صحیفۂ شیث کہا کرتے تھے۔ اُن کے یہاں ایک مہینے کے روزے بھی فرض تھے اور سات وقت کی نماز تھی۔ مگر یہ مذہب خراب ہو گیا اور اُس کے پیرو ستاروں کی پرستش کرنے لگ گئے تھے۔ اور اُنہوں نے سات ستاروں کے سات ہیکل (معبد) بنا رکھے تھے۔ اور ساتوں ستارگان کا ہر ایک کام میں نیک و بد اثر خیال کیا کرتے تھے۔ موسوی مذہب کو عرب میں یہودیوں نے رواج دیا تھا جو پانچویں صدی قبل عیسوی میں بخت نصر کے ظلم و ستم سے ملک شام سے بھاگ کر شمالی عرب میں بمقام خیبر آباد ہوئے تھے اُنہوں نے اپنے مذہب کو پھیلانا شروع کیا۔ اور قبیلہ کنانہ حارث۔ ابن کعب۔ کندہ کے اکثر لوگوں کو اُنہوں نے اپنے مذہب میں داخل کیا۔

عیسائی مذہب تیسری صدی عیسوی میں اُن عیسائیوں

کے ذریعے مُلکِ عرب میں داخل ہُوا تھا۔ جو مشرقی کلیشیا میں بدعات اور ہر قسم کی خرابیاں داخل ہونے کی وجہ سے اپنا اصلی وطن چھوڑ کر بمقام نجران آباد ہُوئے تھے۔ یہ کُل عیسائی یعقوبی فرقہ کے تھے اور اُنہوں نے بھی عرب میں مذہب عیسوی پھیلایا تھا۔

علاوہ ازیں تمام عرب میں فسق و فجور۔ چوری۔ رہزنی۔ قمار بازی۔ وحشیانہ خونریزی۔ دُختر کُشی۔ شراب خوری عورتوں کی حق تلفی زناکاری وغیرہ کا بازار گرم تھا۔ اور برائیوں کا کوئی ایسا دقیقہ نہیں تھا جو اہل عرب نے اُٹھا رکھا ہو گو عرب کی ایسی بُری حالت تھی۔ مگر پھر بھی اِن لاکھ ہا سنگریزوں میں بھی کئی ایک تابناک جواہر چھپے ہُوئے تھے۔

پس خداوند تبارک و تعالےٰ کی سُنّتِ جاریہ کے مطابق ضروری تھا کہ اس موقع پر ایک اولوالعزم اور برگزیدہ رسول مبعوث ہو کہ جس کے روحانی فیضان سے تمام سیّئات حُسنات سے مُبدّل ہو جائیں۔ یہی وہ زمانہ تھا کہ جس کے مُتعلّق انبیا علیہم السّلام۔ کئی صدیاں پیشتر پیشگوئیاں

کر گئے تھے۔ اور یہی وہ زمانہ تھا کہ جس میں ایک محبوب پاک کی پیدائش کے متعلق انبیاء علیہم السلام نے تمنائیں کیں دعائیں کیں اور خوشخبریاں سنائی تھیں ؂

عرب کے قبیلہ قریش کی شاخ بنی ہاشم میں حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب ایک نہایت خوبصورت جمیل و رعنا و صالح جوان تھے۔ ۲۴ سال کی عمر میں اُنھوں نے حضرت بی بی آمنہ بنت وہب سے جو صورت و سیرت میں تمام عرب سے افضل و اعلےٰ اور قریش کے شریف خاندان اور معزز قبیلہ میں سے تھیں شادی کی۔ یہ وہی مقدس شادی تھی جس کے لئے عرب کی صدہا عورتیں تمنا رکھتی تھیں۔ نیز اس شادی کی آرزو میں ناکام ہو کر کئی عورتوں نے خودکشی بھی کر لی تھی ؂

فاطمہ بنت مُرا جو ایک یہودیہ کاہنہ عورت تھی، کی حکایت مشہور ہے کہ اُس نے حضرت عبداللہ سے تمنائے نکاح کی۔ پھر آپ نے انکار کر دیا۔ مگر جب حضرت آمنہ کے نکاح کے بعد حضرت عبداللہ نے فاطمہ سے رغبت کی تو پھر فاطمہ نے انکار کر دیا اور صاف کہہ دیا کہ اے عبداللہ میں نے اپنے علم کے زور سے پہچانا تھا کہ نبی آخرالزمان کا نور تمہاری

پیشانی میں جلوہ گر ہے۔ اور اُس کی تمنّا میں مَیں نے تم سے خواہش کی تھی کہ نکاح ہو۔ سو آج وُہ نُور تمہاری پیشانی میں چمکتا نظر نہیں آتا۔ آہ یہ بی بی آمنہ کی قسمت تھی۔ یعنی حضرت بی بی آمنہ حاملہ ہو چکی تھیں۔ اِسی اثنا میں حضرت عبداللّٰہ نے تجارت کی غرض سے یثرب جو کہ بعد میں مدینہ منوّرہ کے نام سے مشہور ہُوا، کی طرف سفر کیا۔ اَور اِس سفر میں آپ کو سفرِ آخرت بھی پیش آیا۔ اَور بنی نجار کے دارالنابغہ میں مدفون ہُوئے۔

بی بی آمنہ اپنے پیارے شوہر کی وفات کے صدمے کی وجہ سے نہایت غمگین اَور سوگوار رہتی تھیں لیکن آپ کی تسکینِ دِل کے لئے خدائے تعالےٰ نے آپ کو ایک خواب دکھایا۔ کہ رُوحانی فرشتہ اُن سے کہ رہا ہے کہ تُو تو خیر العٰلمین سے حاملہ ہے۔ سو جب وُہ پیدا ہو تو اُس کا نام محمدؐ رکھیو اَور اُس کی شان کو چھپائیو۔

اِس خواب کے دیکھنے کے بعد بی بی آمنہ تمام رنج و غم بھول گئیں۔ اَور اپنے دِل کے سرُور آنکھوں کے نُور کی اُمّید میں ایک ایک دِن مسرّت و راحت سے گزارتی

تھیں۔ اور اپنے رویائے صادقہ کی تعبیر حسنہ کے ظہور کی منتظر رہتی تھیں۔ وضع حمل سے پہلے آپ نے ایک اور خواب دیکھا۔ گویا آپ کے وجودِ مبارک سے ایک نور پیدا ہوا ہے کہ جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے ہیں۔

غرضیکہ ۱۲ ربیع الاوّل بروزِ دوشنبہ بوقت صبحِ صادق مطابق ۲۸۔ اگست ۵۷۰ء عیسوی میں واقع عام الفیل[1]

[1] حضرت محی الدین ابن عربی فتوحات مکی میں اس واقعہ کا بیان سورۂ فیل میں یُوں فرماتے ہیں " اصحاب فیل کا ایک مشہور قصہ ہے اور یہ عہد رسول اللہ کے نزدیک واقعہ ہوا تھا۔ اور اللہ کی قدرت کا ایک نشان تھا۔ اس کے غصہ کا اس پر جس نے کہ کعبۃ اللہ کو مسمار کرنا چاہا تھا۔ چونکہ وحوش وطیور اپنی بناوٹ میں انسان سے بہت سادہ ہوتے ہیں۔ اِس لئے انسان کی نسبت اُن کو جلد تر الہام ہوتا ہے سنگریزوں میں جو خاصیت اللہ تعالےٰ نے ڈالی ہوئی ہے۔ اس سے کسی شخص کو انکار نہیں ہو سکتا پس جس کو حکمت کے ذریعہ سے قدرت کا علم حاصل ہو جاتا ہے وہ ایسے واقعات کا سبب پہچان جاتا ہے۔ مولوی محمد بخش صاحب مرحوم میر عمارت افغانستان اڈیٹر رسالہ اَلْعِلْم لاہور ابن عربی رح کے مجمل بیان کی تفسیر سائنس کے ذریعہ سے اس طرح کرتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے سنگریزوں کی ضرب میں ایسی شدید طاقت پیدا ہو سکتی ہے کہ جس کے صدمے سے ہاتھی وغیرہ ہلاک ہو جائیں۔ اور اگر قرآن مجید میں یُوں ذکر ہوتا کہ دو دو چار چار سیر کے پتھر آسمان سے پرندوں نے پھینکے جن کی ضرب سے

۵۵ روز بعد دُعائے خلیل نوید مسیحا یعنی حضرت سیدنا و سید الانبیاء محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم

اللّٰھم صلِ علےٰ محمدٍ و علےٰ آلِ محمدٍ و بارِک و سلِّم یعنی

ہاتھیوں کی ہلاکت وقُوع میں آئی تو اِس بات کو موٹی عقل کے آدمی بھی مان لیتے اور کسی کو اِس آیت کے معنے بیان کرنے میں اصحابِ فیل کی ہلاکت کے لئے چیچک کی بیماری کا خیال تک نہ آتا چونکہ قادرِ مطلق نے اپنی قدرت کا کمال دکھانا تھا کہ اصحاب فیل تو ہاتھیوں کا لشکر ابرہہ سے کر کعبہ کو منہدم کرنے کے لئے آئے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو چھوٹے چھوٹے سنگریزوں کی ضرب سے ہلاک کرا دیا۔ اِس قصہ کا اصل واقع یوں ہے کہ جب حبش کے عیسائی بادشاہ نے کعبہ کی عزت پر حسد کیا اور یہ چاہا کہ لوگ سال بسال حبشہ کے کلیسیا میں آیا کریں۔ تو ہاتھیوں کا جیش کعبۃ اللہ کو منہدم کرنے کے لئے روانہ کیا جب یہ لشکر حدود حرم کعبہ میں پہنچا تو پرندوں نے ان پر الہام الٰہی سے سنگریزوں کی بوچھاڑ کی جن کی ضرب کے صدمہ سے اصحاب فیل وغیرہ مع ہاتھیوں کے پاش پاش ہو گیئے۔ چونکہ اِس واقعہ میں ہاتھیوں کی ہلاکت کا باعث سنگریزوں کے گرنے سے ہُوا ہے اِس لئے یہاں سائنس کا وُہ حصہ بیان کیا جاتا ہے۔ جس میں جسمی حرکت صدمہ کا بیان ہے۔ جسم وُہ شے ہے جس میں عرض طول عمق ہو۔ حرکت جسم کے نقل مکان کو کہتے ہیں۔ مقدار حرکت جس حساب سے جسم ہر لحظہ حرکت کرتا ہے۔ صدمہ۔ جسم کے وزن کی تعداد ضرب فی لحظہ رفتار جسم حرکت تمام تین قسم کی ہوتی ہے۔ اوّل حرکت علےٰ سبیل التساوی یعنی جس میں شے متحرک ایک معیّن رفتار پر ہر ایک سیکنڈ حرکت کرتی رہے۔ مثلاً پہلے سیکنڈ میں ایک تا سو فٹ کی مسافت طے کرے تو ہر ایک لحظہ میں سو سو فٹ کی مسافت طے کرتی رہے ؂

آج وُہ اندھوں کو بینائی بخشنے والا۔ بہروں کے کان کھولنے والا گونگوں پر اسرارِ معرفت جاری کرنے والا۔

دُوم۔ حرکت علےٰ سبیل ہنقصان یعنی شئے متحرک اپنی رفتار میں کسی مقرر مقدار پر ہر لحظہ کمی کرتی جاوئے۔ مثلاً پہلے لحظہ میں بحساب سو فٹ فی لحظہ مسافت طے کرے اَور دُوسرے میں نوّے اور تیسرے میں اسی اسی طرح ہر ایک لحظ میں دس دس فٹ اپنی رفتار میں کمی کرتی جاوے۔ سوم۔ حرکت علےٰ سبیل الزیادت یعنی شئے متحرک اپنی رفتار میں زیادتی پیدا کرے۔ مثلاً پہلے سیکنڈ میں سو فٹ چلے تو دوسرے لحظ میں ایک سو دس فٹ اَور تیسرے میں ۱۲۰ فٹ اسی طرح ہر ایک لحظہ میں دس دس فٹ کی اپنی رفتار میں زیادتی پیدا کرتی جاوے ٭

اب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ چھوٹی شے کی ضرب کا صدمہ بڑی شئے کی ضرب کے صدمے سے کس طرح برابر یا زیادہ ہو جاتا ہے۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ شئے کے وزن کو اُس کی فی لحظ رفتار میں ضرب دیں تو اسی کا حاصل ضرب صدمہ اسی شئے کا ہوتا ہے۔ دیکھئے ہم ایک من وزنی شے کو اگر ایک فٹ فی سیکنڈ کے حساب سے حرکت دیں تو اُس کے صدمہ کی مقدار برابر ایک یعنی ایک من کے ہوگا ۔ ۱۔ من ۱۔ فٹ ۔ ایک من مقدار صدمہ پھر اگر ایک تولہ بھر وزنی شئے کو بحساب ۳۲۰۰ فٹ فی سیکنڈ کی رفتار سے حرکت دیں تو اُس کے صدمہ کی مقدار بھی ایک من کے برابر ہوگی مثلاً ایک تولہ وزنی شئے × ۳۲۰۰ فٹ فی سیکنڈ رفتار = ۳۲۰۰/۸۰ = ایک من مقدار صدمہ۔ اب اس عمل سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ صدمہ کی شدت زیادتی سرعت رفتار شئے پر منحصر ہے نہ فقط وزن شئے پر۔ پھر دیکھئے کہ اگر ایک تولہ وزنی شئے کو ۶۴۰۰ فٹ سیکنڈ کے حساب سے حرکت دیں تو اُس کے صدمہ کی شدت کا مقدار دو من ہوگا۔ یہی سبب ہے کہ جو بندوقیں ہاتھی وغیرہ کو ہلاک کر دیتی ہیں اُن کی گولی کا وزن ۴۸۰ گرین یعنی ۲½ تولہ اور اُن کی رفتار فی سیکنڈ ۱۲۷۵ فٹ کے حساب سے ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ باتیں تو محض آج کل کے انگریزی خوانوں کے عقیدے کے مطابق

مُردوں کو جلا دینے والا۔ اسیروں کو چھُڑانے والا۔ شرک و کفر مٹانے والا۔ بیواؤں کا حامی یتیموں کا والی غلاموں کا مولےٰ۔ دُنیا کا شفیع عالم کا مصلح۔ اَور سچا نجات دہندہ پیدا ہؤا۔ ہاں ہاں یہ وہی تو نبئ برحق اَور پیغمبر آخرالزمانؐ وسید المرسلین ہے۔ کہ جو آسمانی کتابوں میں حضرت خلیلؑ اللہ کی دُعا اَور حضرت موسےٰؑ کلیم اللہ کا مثیل حضرت داؤدؑ کا پہلوان۔ حضرت سلیمانؑ کا محبوب محمدیم۔ حضرت حبقوق کا قدوس حضرت یوشعؑ نبی کا ستودہ و برگزیدہ۔ حضرت ہجس کا حمدث (احمد) حضرت عیسےٰؑ کا فارقلیط (احمد) کہلاتا رہا ہے۔ دیکھو وہ سینا سے نکلنے۔ سعیر سے چمکنے۔ فاران سے ظاہر ہونے والا۔ بیابان (مکہ) میں ابو قبیس پہاڑ کے مغرب کی طرف تجلّٰی طوُر یا خدا کا نوُر ہو کر چمکا؂

ان تمام باتوں کی اِس نبیؑ نے خود بھی تصدیق

سمجھانے کے لئے لکھی گئی ہیں۔ ورنہ ایک صادق العقیدہ مُسلمان جس کا قُرآن مجید پر ایمان ہے۔ اُس کو قرآن مجید کی کھُلی کھُلی آیات کے ہوتے ہوئے ایسی تاویلوں کے استدلال کی ضرورت نہیں؂

فرمائی ہے۔ حدیث کی کتاب شرح السنہ میں ارباض ابن ساریہ سے منقول ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ تم کو میں اپنے حال سے مطلع کروں۔... میں دعا ہوں ابراہیمؑ کی اور بشارت ہوں عیسےٰؑ کی۔ اِس حدیث نے مرزائیوں کی اُن تاویلوں کو خاک میں ملا دیا ہے کہ جو وُہ اسمہٗ احمد والی آیت کے متعلق کیا کرتے ہیں، اور خواب ہوں اپنی والدہ کا۔ کہ جس نے میرے پیدا ہونے کے زمانہ میں دیکھا تھا۔ کہ اُس سے ایک نور پیدا ہوا ہے۔ جس سے شام کے محل روشن ہو گئے۔ گو بظاہر ۵۷۰ء میں پیدا ہوئے۔ لیکن درحقیقت دُنیا بھر میں جو چیز سب سے پہلے پیدا ہوئی وُہ آپ ہی کا نور تھا۔ چنانچہ بحر الحقائق میں لکھا ہے کہ حضرت صلعمؐ کا نام مبارک جو نور ہے۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے جو چیز باری تعالےٰ نے بسبب نورِ قدم کے ظلمت کدۂ وجود میں لایا وُہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کا نورِ تھا۔ جیسے کہ خود آپ نے فرمایا کہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللہ

نُوۡرِیۡ۔ اور آپ کے اسم نُور ہونے کا ثبوت قرآن مجید میں اِس طرح ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ قَدۡ جَآءَ کُمۡ مِنَ اللّٰہِ نُوۡرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیۡنٌ ؕ انوار محمدیہ میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ میں نے جناب حضرت رسول اللہ علیہ و سلّم کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں۔ سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے کیا شئے پیدا کی۔ آپ نے فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے تیرے نبی کا نُور پیدا کیا۔ اور یہ نور جہاں جہاں اللہ نے چاہا پھرتا رہا وغیرہ وغیرہ ؛

حدیث شریف میں آیا ہے کہ میں پروردگارِ عالم کے رُو برُو آدم علیہ السّلام کی پیدائش سے چودہ ہزار سال پہلے ایک نُور تھا۔ ایک مرتبہ جبرئیلؑ امین سے آپ نے اُن کی عُمر دریافت فرمائی۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ مجھ کو اِس کے سوا اور کُچھ خبر نہیں کہ حجاب چہارم میں ایک ستارہ بعد ستّر ہزار

سال کے نکلتا ہے۔ میں نے اُس کو بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قسم کھا کر فرمایا کہ وُہ ستارہ میں ہوں۔ یہ روایت کتاب التشریفات میں حضرت ابو ہریرہ سے مرقوم ہے۔ غرضیکہ حبیب پاک کی پیدائش سے قبل عرب میں اکثر قحط رہا کرتا تھا۔ مگر جس سال آپ پیدا ہوئے نہایت اچھی بارانِ رحمت ہوئی۔ چنانچہ حضرتؐ کی پیدائش کے باعث اس سال کا نام ہی سنتہ الفتح والابتہاج یعنی فتح اور خوشی کا سال ہو گیا۔

حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلّم قدرتی طور پر مختون پیدا ہوئے اور جناب کی پُشت مبارک پر دونو شانوں کے درمیان آپ کی پھوپھی صاحبہ نے ایک چمکتے ہوئے ستارے کی طرح مُہر نبوّت دیکھی مگر اُس مُہر نبوّت کی صورت ظاہرہ کتابوں میں یہ لکھی ہے کہ بطور لہسن سیاہ نشان تھا اُسی کو صحابہ کرام مُہر نبوّت کہتے تھے۔ جس کا ذکر تُوشع

نبیؑ کے صحیفہ کے باب (۹) میں اِس طرح پر ہے کہ ہمارے لئے ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ حکمرانی کا نشان اُس کی پُشت پر ہوگا۔ اَور اُس کا اِرمن نے جو بائیبل کا ترجمہ ۶۶۶ سنہ ء میں کیا ہے اُس میں یہ لکھا ہے۔ کہ اُس کی سلطنت کا نشان اُس کی پیٹھ پر ہوگا۔ اَور اُس کا نام احمدؐ ہے ؎

روایت ہے کہ جب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو حضرت آمنہ نے عبد المطلب حضرت کے دادا کو اطّلاع کرائی۔ عبد المُطلب یہ خوشخبری سُن کر فوراً وہاں آئے اَور اپنے پوتے کو اُٹھا کر کعبۃ اللہ میں لے گئے اَور اللہ تعالےٰ کی حمد وثنا کرنے کے بعد آپ کی درازیٔ عُمر کی دُعا کی۔ اَور پھر واپس لا کر بی بی آمنہ کے سپُرد کر دیا۔ حضُور علیہ السّلام کو چند روز تک بی بی ثوبیہ نے دُودھ پلایا۔ ثوبیہ حضرت صلعم کے چچا ابُولہب کی لونڈی تھیں۔ کہتے ہیں کہ ابولہب ایک دن ایک مجلس عیش وطرب میں محو تھا کہ اُس کی

ایک لونڈی نے آکر اُسے یہ خوشخبری سُنائی کہ تمہارے بھائی کی یادگار تمہارا بھتیجا پیدا ہوا۔ یعنی بی بی آمنہ کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔ ابو لہب اِس خبر سے اِس قدر خوش ہُوا کہ اُس لونڈی کو اُسی وقت آزاد کر دیا۔ مگر کیا معلوم تھا کہ بعد میں یہی ابولہب اپنے بھتیجے کا جانی دُشمن ہو جائیگا۔ لیکن خداوند تعالےٰ کو ابولہب کے خوش ہو کر لونڈی کو آزاد کر دینے کا فعل اس قدر پسند آیا کہ تمام سال تو ابولہب دوزخ میں جلتا رہتا ہے۔ مگر جب ۱۲ ربیع الاول یعنی اُس کے محبوب کی پیدائش کا یومِ مبارک آتا ہے تو اُس روز ابولہب پر بھی آتشِ دوزخ سرد ہو جاتی ہے۔ بلکہ جنّت الفردوس کی ہوا بھیج کر ٹھنڈک پہنچائی جاتی ہے۔ اللہ اللہ ایک کافر پر تو اِس خوشی کے بدلے میں اس قدر انعامات ہیں۔ بھلا عاشقانِ رسُول پر یوم ولادت باسعادت کی خوشی کرنے پر کیا کیا انعامات نہ ہونگے۔ بھلا وہ کون بد قسمت مسُلمان ہے کہ جو حضور کی ولادت

کے دن اظہارِ مسرّت نہ کرے۔

ولادت کے ساتویں روز حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے دادا صاحب نے عقیقہ یعنی قربانی کی اور اکثر معززین قریش کو دعوت میں مدعو کیا اور حضور علیہ السّلام کے نام رکھے جانے کی خوشی میں جلسہ منعقد کیا۔ اور حضور کی والدہ ماجدہ کے خواب کی بنا پر حضور کا نام محمّدؐ اور احمدؐ رکھا گیا۔

پرورش

شُرفاء مکّہ کا دستورِ پرورش تھا کہ آب و ہوا کے خیال سے اور اِس لحاظ سے بھی کہ بچّوں کی زبان میں غیر زبان کا دخل نہ ہو جائے دُودھ پلانے والی عورتوں کے سُپرد کرکے باہر دیہات میں بھیج دیا کرتے تھے۔ اِسی رسم کے مطابق حضور صلعم کو بھی حلیمہ سعدیہ کے سُپرد کیا گیا۔ اور وُہ حضور کو اپنے گھر لے گئی۔ اور پھر چھٹے مہینے حضرت صلعم کو لاکر بی بی آمنہ سے مِلا جایا کرتیں۔ دو

سال کے بعد حضور علیہ السّلام کا دودھ چھڑایا گیا۔ اور حضرت حلیمہ حضور صلعم کو لے کر بی بی آمنہ علیہا السّلام کے پاس آئیں۔ مگر حضرت آمنہ نے اس خیال سے کہ مکّہ کی آب و ہوا حضورؐ کے ناموافق ہے۔ آنحضرت کو بی بی حلیمہ کے سپرد کر دیا۔ لیکن جب حضور چار سال کے ہوئے تو حضرت آمنہ نے اپنے بیٹے کو اپنے پاس بلا لیا۔ مناسب ہے کہ اس موقع پر حضور کا نسب نامہ درج کیا جائے ۔

نسب نامہ

شمار نسب	نام بزرگ سلسلہ	شمار نسب	نام بزرگ سلسلہ	شمار نسب	نام بزرگ سلسلہ
۱	حضرت ابراہیم علیہ السّلام	۷	سجاے	۱۳	عیسٰے
۲	حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام	۸	زراخ	۱۴	حسان
۳	قیدار	۹	ناجب	۱۵	عنقار
۴	عوام	۱۰	معصر	۱۶	ارعوا
۵	عوص اوّل	۱۱	ابہام	۱۷	بلخی
۶	مُرّ	۱۲	انتاد	۱۸	بحری

نمبر شمار	نام بزرگ سلسلہ	نمبر شمار	نام بزرگ سلسلہ	نمبر شمار	نام بزرگ سلسلہ
۱۹	ہری	۳۴	ابی العوام	۵۰	عدنان دوم
۲۰	لیبن	۳۵	متاویل	۵۱	معد ثانی
۲۱	حمران	۳۶	یرو	۵۲	نزار
۲۲	الرعاء	۳۷	عوص دوم	۵۳	مضر
۲۳	عبید	۳۸	سلامان اوّل	۵۴	الیاس
۲۴	عنف	۳۹	الیصع اوّل	۵۵	مدرکہ
۲۵	عفی	۴۰	ادد اول	۵۶	خزیمہ
۲۶	ماحی	۴۱	عدنان اوّل قبل مسیح [illegible]	۵۷	کنانہ
۲۷	ناصور	۴۲	معد اول قبل مسیح ۵۸۸ء ہمعصر ارمیا نبی	۵۸	النضر
۲۸	قاجح	۴۳	حمل	۵۹	مالک
۲۹	کاسج	۴۴	نابت	۶۰	فہر
۳۰	بدلان	۴۵	سلامان دوم	۶۱	غالب
۳۱	بلدارم	۴۶	الہمیع دوم	۶۲	لوی
۳۲	حمدا	۴۷	الیسع	۶۳	کعب
۳۳	ناہیل	۴۸	ادد دوم	۶۴	مرہ
.	. . . .	۴۹	امر	۶۵	کلاب

نمبر شمار	نام بزرگ سلسلہ	نمبر شمار	نام بزرگ سلسلہ	نمبر شمار	نام بزرگ سلسلہ
۶۶	قصّیٰ	۶۸	ہاشم	۷۰	عبداللہ
۶۷	عبدالمناف	۶۹	عبدالمطلب		محمدؐ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمْ

جس وقت حضور علیہ السّلام کی عمر ۶ سال کی ہوئی۔ تو حضور کی والدہ آپ کو اپنے خویش اقارب سے ملانے کے لئے مکہ مُعظّمہ سے مدینہ مُنوّرہ لے گئیں اور کچھ وقت وہاں قیام پذیر رہیں۔ اور پھر جب مکّہ معظمہ کو واپس تشریف فرما ہوئیں۔ تو راستہ میں بمقام ابواء انتقال کیا۔ اللہ اللہ کیا اسرار قدرت تھے۔ اس کے بعد حضرت عبد اللہ اور حضرت آمنہ کا دُرِ یتیم مکہ معظّمہ میں پہنچا۔ تو آپ کے دادا عبد المُطّلب نے آپ کی پرورش اور نگرانی اپنے ذِمّہ لی۔ اور ہمیشہ آنحضرت کے ساتھ شفقتِ بُزرگانہ اور نہایت محبّت سے پیش آتے رہے ÷

اور جب حضور علیہ السّلام ۸ سال ۲ ماہ ۱۰ یوم

کے ہوئے تو آپ کے دادا عبد المطّلب نے بھی ۸۲ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اس کے بعد اِس دُرِّ یکتا کی پرورش آپ کے حقیقی چچا ابو طالب نے شروع کی۔ ابو طالب ایک بہت بڑے کُنبے والے آدمی تھے۔ اور اِن کو روزانہ زندگی کی ضروریات نہایت دِقّت سے مُیسّر آتی تھیں۔ مگر خداوند تبارک و تعالےٰ نے اپنے محبوب پاک کے صدقے میں اُن کے رزق میں برکت ڈال دی۔ جنابِ ابی طالب بھی آپ کے ساتھ نہایت مانُوس تھے ؂

اُس دُرِّ یتیم کے ایّام طفلی میں ایک مرتبہ مکہ مُعظّمہ میں بہُت سخت قحط پڑا۔ تو حضُور علیہ السّلام کے چچا ابُو طالب آپ کو اپنے ساتھ کعبہ میں لے گئے اور بارگاہ الٰہی میں بارانِ رحمت کے لئے دُعا کی اور ایک قصیدہ بطورِ مُناجات جو آپ نے اِسی موقع کے لئے لکھّا تھا پڑھا جس کا ایک شعر مع ترجمہ کے ذیل میں درج ہے ؂

ابیضَ لیستقی الغمامہ بوجہہٖ ؂ ثمال الیتٰمے عصمۃً لاداملِ

یعنی محمدؐ ایسا گورا رنگ ہے جس کی برکت سے پانی مانگا جاتا ہے۔ جو جائے پناہ ہے یتیموں کی اور عصمت ہے بیوہ عورتوں کی ؎

یہ شعر ایک طرف تو ابُو طالب کی زبان سے نکلا اور دُوسری طرف خُدا کے حبیب نے اپنے نازک نازک اور ننھے ننھے ہاتھوں کو نہایت بھولے پن سے دُعا کے لیئے اُٹھایا۔ یہ نظّارہ قُدرت کو کچھ ایسا پسند آیا کہ اُس وقت آسمان پر ابرِ رحمت نے نمایاں ہو کر اپنی بارش کے آغوش میں چچا اور بھتیجے دونوں کو لے لیا۔ اور یہاں تک مُوسلا دھار مینہ برسا کہ تمام مُلکِ عرب سیراب ہو گیا۔ قحط کے آثار معدوم ہو گئے۔ اور چاروں طرف خوشی ہی خوشی کا دَور دَورہ ہو گیا ؎

مَیں نہیں سمجھتا کہ اکثر لوگ حضُور علیہ السّلام کے چچا ابُو طالب کے کافر بنانے کے لئے کیوں زور دیتے ہیں۔ کیا حضُور علیہ السّلام کے ساتھ اس قسم کی محبّت کرنے والا شخص اور جناب باری میں

ایسے پاکیزہ کلمات استعمال کرنے والا بزرگ بھی کبھی کافر ہو سکتا ہے ۔

میرے خیال میں مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ جناب ابو طالب کے کفر پر زور دینے کی بجائے خاموش ہی رہیں تو اس میں اُن کا کیا حرج ہے ۔

اگر قیامت کے دن ابو طالب کافر ثابت نہ ہوئے تو آپ کو کافر کہنے والے کیا مُنہ دکھائینگے ۔ بہتر ہے کہ زبان کو لفظِ کفر استعمال کرنے سے روکیں ۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ اُن کو ضرور ہی کافر بنانے سے مسلمانوں کو کیا حاصل ہوگا ۔

سفرِ شام

چچا بھتیجے میں اس قدر گہری محبت تھی کہ جس کا کماحقّہٗ بیان کرنا مشکل ہے جس وقت حضور علیہ السّلام کی عمر شریف ۱۲ سال ۲ ماہ ۱۰ یوم کی ہوئی تو آپ کے چچا جناب ابو طالب کو سفر شام پیش آیا حضور علیہ السّلام نے اس جدائی کے صدمے کو محسوس کیا اور آبدیدہ ہو گئے اور اپنے پیارے چچا کے گھٹنوں سے لپٹ گئے ۔ بھلا چچا کو بھی اپنے پیارے بھتیجے کی جدائی

کب گوارا تھی۔ چنانچہ جناب ابو طالب نے اس سفر میں اپنے بیٹوں تک میں سے کسی کو ساتھ نہیں لیا مگر حضور علیہ السّلام کو ضرور ساتھ لے گئے۔ جب شام کے شہر بصرہ میں پہنچے تو وہاں ایک کلیسا میں قیام فرمایا۔ وہاں کا بہت نامی گرامی ایک پادری توراۃ و انجیل کا فاضل اور نبی آخرالزمان کی بعثت کا منتظر اور آپ کی علامات مہرِ نبوت وغیرہ سے خوب واقف تھا۔ اِس نے جب حضور کی طرف بنگاہِ تعمق دیکھا تو آپ کے عادات و اطوار کو دیکھ کر آپ کی عظمت و شان کو جو منصب رسالت و نبوت کے لحاظ سے آئندہ پیدا ہونے والی تھی فوراً بھانپ گیا۔

اُس نے اِس قافلہ کی محض حضور علیہ السّلام کی خاطر دعوت کی۔ اور آپ کے چچا کو فہمایش کی کہ اپنے بھتیجے کو شام میں نہ لے جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ قوم یہود جو ہمیشہ سے صادقوں کی دشمن کی اور نبیوں کی تکلیف اور ایذا دہی کے لئے مستند اور ہمیشہ حسد و عداوت کی عادی ہے۔۔۔۔ اِن سے بھی کوئی بدسلوکی کرے۔ اور حضور علیہ السلام کا ہاتھ

پکڑ کر کہا کہ یہ لڑکا ملک کا آزاد کرنے والا اور نجات دینے والا۔ خدا کا رسول رحمت للعلمین اور ختم المرسلین ہوگا۔ اس راہب نے اپنا ایک کشف بھی بیان کیا۔ کہ میں نے عالم کشف میں دیکھا کہ جس راستہ سے یہ لڑکا آرہا تھا تمام شجر و حجر اسکے سامنے سربسجود ہیں۔ اس نبی کی صفت ہم اپنی کتابوں میں لکھی پاتے ہیں۔ اور ابو طالب سے پھر کہا کہ اسے شام میں مت لے جاؤ۔ چنانچہ حضرت ابو طالب نے وہیں آپ کو مکّہ کی طرف روانہ کر دیا۔

اس سفر شام اور حضورؐ علیہ السّلام کی ذہنی حالت اور دماغی کیفیات کے متعلّق سر ولیم میور لکھتے ہیں کہ

"زمانہ کے منہدم اور اُجڑے ہوئے مقاموں کے خیالی قصّوں اور عجیب و غریب بیانوں اور گرجاؤں کو صلیبوں اور مورتوں اور دینی علامتوں سے آراستہ کرنے اور گھنٹوں کے بجنے کی قومی رسموں نے محمدؐ صلعم کے خوض کنندہ دل و دماغ پر گہرا نقش اور پائیدار اثر کر دیا تھا"

سر ولیم میور صاحب کی مراد ان الفاظ سے خواہ کچھ ہی

کیوں نہ ہو۔ لیکن حالات اور واقعاتِ آئندہ ہم کو صاف بتا رہے ہیں کہ حضور علیہ السّلام نے اپنی عقلِ خدا دادسے جو رائے قائم کی وہ یہی تھی کہ بتوں کی پرستش اور عقیدۂ تثلیث محض مشرکین کی خیالی ایجادیں ہیں۔ اور گھنٹی دُتری وغیرہ عبادت خانوں اور گرجاؤں کے باجے۔ لایعنی حیلے اور بے معنی آوازیں ہیں۔ کیونکہ وحی سے بیشتر حضور علیہ السّلام کی عبادت غیر اللہ کرنا۔ اور دیگر مشرکین کی عبادت گاہوں کو واجب التعظیم سمجھنا یا اُن کے متعلق باجوں کو مُقدّس باجے خیال کرنا کسی روائت سے ثابت نہیں ہے ؛

دُنیا کے منہدم اور اُجڑے ہوئے مقاموں سے حضور علیہ السّلام نے یہ نتیجہ نکالا کہ اُجڑے ہُوئے مُقاموں سے قہر خداوندی کے آثار نمایاں ہیں جو دُنیا میں کُفرانِ نعمتِ الٰہی کا انجام ہے۔ یا جہالت و بے دینی کا آخری نتیجہ چنانچہ ڈاکٹر نیگر صاحب اپنی کتاب سیرت محمدؐی کے صفحہ ۲۹ میں آپ کے ابتدائی خیالات کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ اِن کے (یعنی محمد صلعم)

کے خیال میں ہمیشہ خدا کا تصوّر رہتا تھا۔ دن کو نکلتے ہوئے آفتاب۔ برستے ہوئے پانی اور اُگتی ہوئی روئیدگی میں خُدا کا یہ قدرت نظر آتا تھا۔ اور بجلی کی کڑک اور پانی کی آواز اور پرندوں کے نغموں میں خُدا ہی کی آواز سُنائی دیتی تھی۔ اور سُنسان جنگلوں میں اور پُرانے کھنڈروں میں خدائی قہر کے آثار دکھائی دیتے تھے۔ پس حضُور علیہ السّلام کے خوض کنندہٗ دل و دماغ میں سلسلۂ خیالات کو بھی وہی قدرتی تربیت ایک خاص کیفیّت کے اندر محدُود کر کے آپ کے موحدانہ خیالات کو اور سب خیالات پر غالب کر دیتی تھی *

چونکہ حضُور علیہ السّلام کی خود فطرت ہی زمانۂ نزولِ وحی سے پیشتر بطور رہبرِ کامل آپ کی رہنمائی کر رہی تھی۔ اسی لئے آپ کی نظروں میں کبھی کسی مذہب مُروّجۂ ملک عرب کی عظمت و بزرگی نہیں سمائی اور نہ آپ نے عبادت غیر اللہ کو اپنے آپ پر فرض خیال کیا اور ہمیشہ اپنی بلند خیالی سے عقائد ..... اور طریقِ عبادت مُشرکین کو جہالت اور نادانی کی حرکات ہی سمجھتے رہے۔ اور آپ کا دِل معبُود حقیقی کا جویا

اور راہِ حق کا متلاشی رہا۔ اسی بنا پر آپ نے اپنا طریقِ عمل یہ اختیار کیا۔ کہ نہ لات سے غرض نہ منات کی پروا۔ نہ ہبل سے کبھی کسی قسم کی التجا کی۔ سیدھا نیچی گردن کئے کعبہ میں چلے جانا۔ اور مقام ابراہیم میں نہایت عاجزی کے ساتھ اپنے معبودِ حقیقی کا تصور باندھ کر عبادت کرنا آپ کا معمول تھا۔

حضور علیہ السّلام کا مذہبی خیال وحی نازل ہونے سے پہلے جو کچھ تھا وہ یہی تھا اور حضور علیہ السّلام نے باقتضائے فطرت اپنا طرزِ زندگی اور اوقات بسری یہ اختیار کیا۔ کہ ابتدا میں بی بی حلیمہ اور حضرت ابو طالب کے یہاں بکریوں کی چرائی کے ذریعہ آپ نے بعد میں کچھ بھیڑیں اور بکریاں خاص مملوکہ پیدا کر لیں۔ اور اُن میں خداوندِ عالم نے مثل مویشی حضرت ایوب علیہ السّلام کے بہت کچھ برکت دی پھر حضور علیہ السّلام اپنے مواشی کی پیداوار سے اپنی گزر اوقات کرنے لگے۔ اور اسی پیداوار سے آپ سائل کے سوال کا جواب دیتے۔ اور یتیم بچوں کی پرورش اور بیوہ عورتوں کی خبر گیری فرماتے۔

حضور علیہ السّلام کا نکاح

حضور علیہ السّلام نے عالم شباب میں قدم رکھا تو آپ اُن تمام حرکات سے جو جوانوں میں خلاف تہذیب پائی جا سکتی ہیں۔ بالکل منزّہ اور پاک تھے آپ اپنی قوم میں صدق و امانت و دیانت اور جملہ صفات پسندیدہ اور اخلاقِ حمیدہ سے مشہور و معرُوف ہو گئے۔ قریش آپ کو کھیل تماشوں کی محفلوں میں مدعُو کرتے لیکن آپ ہرگز شامل نہ ہوتے۔ اور تمام قریش کو آپ کے صدق و امانت کا یہاں تک اعتراف تھا کہ آپ کے نام محمدؐ کے ساتھ امین کا لفظ شامل ہو کر محمدؐ امین ہی نام ہو گیا۔

یہ عجیب اور فی الحقیقت ایک بے نظیر بات ہے کہ آپ اپنی قوم میں ابتداء میں امین اور مامون پکارے جاتے تھے۔ چنانچہ کفّارِ عرب کے وہ اشعار جو انہوں نے ظہورِ نبوّت کے وقت آپ کی ہجو میں لکھے اِن اشعار میں برابر امین اور مامون آپ کا لقب موجود ہے۔

کُل قوم آپ کو مصیبت و مشکل کے وقت ملجا و ماوٰے سمجھتی تھی۔ پیر و جوان آپ کو ایسی عزّت و عظمت کی

نگاہ سے دیکھتے تھے کہ عرب کے تاریخ دان پڑھ کر حیران رہ جاتے ہیں۔ وُہ قوم جس کا پیشہ ہی عیوب گیری اور قبائح شماری ہے بچپن ہی سے آپ کو صادق و امین کے لقب سے پکارتی ہے۔ بعثت کا زمانہ ابھی دور ہے۔ الٰہی جلال کے ساتھ تبلیغ رسالت کرنا ابھی مرحلوں پر ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ اِس ابن عبداللہ بن عبدالمطلب کے مدارج کیا ہوں گے۔ مگر صادق و مصدوق اور امین مامون ابھی سے خطاب دئے جا رہے ہیں۔ یہ بھی ایک بہت بڑا اعجاز ہے کہ عالم جوانی میں آپ کے دامنِ عصمت پر کبھی کسی اخلاقی یا قومی عیب کا ذرا بھی دھبہ نہیں لگا۔ حضور علیہ السلام راستبازی اور تدین میں یہاں تک مشہور و معروف تھے۔ کہ اکثر اہل مکہ . . . . . بیش قیمت چیزیں . . . آپ کے پاس امانت رکھا کرتے۔ اور کسی جگہ سفر میں جاتے تو اپنا مال و اسباب آنحضرت صلعم کے پاس امانت رکھ جاتے اور اسی خوش اخلاقی اور راستبازی وغیرہ وغیرہ صفات حسنہ پر آنحضرت صلعم کی گرویدہ ہو کر حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جو بہت مالدار معزز قبیلہ قریش میں سے تھیں آپ

کے ساتھ نکاح کیا۔ اور حضور علیہ السّلام کو اپنے تمام اثاث البیت اور کارخانوں کا مالک بنا دیا۔

جس وقت حضور علیہ السّلام کا حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے ساتھ نکاح ہؤا ہے اُس وقت آپ کی عمر ۲۵ سال ۲ ماہ ۱۰ یوم تھی۔ اور حضور علیہ السّلام نے نکاح سے قبل اپنے مربّی و محسن چچا حضرت ابی طالب کی ضروری اجازت اور رضامندی حاصل کر لی تھی۔ اور علاوہ ازیں دیگر اپنے تمام بزرگان نسبی کو رضامند کر لیا تھا۔ کیونکہ اِس مقدّس اور مبارک نکاح کے بعد جو ولیمہ ہؤا اُس میں تمام عمائدِ قریش اور بالعموم خاندانِ بنی ہاشم کے چھوٹے بڑے شامل تھے۔ جنہوں نے حضرت ابوطالب کو نہایت مسرّت سے مبارکباد دی۔

شادی کے بعد حضور علیہ السّلام نے مکّہ میں ہی اپنا کاروبار تجارت شروع کر دیا۔ اور بلحاظ اُس زمانہ کے تمدّن کے حضور علیہ السّلام مکہ کے لوگوں میں اعلےٰ پایہ کے دولتمندوں میں شمار ہونے لگے۔

ایک مرتبہ جب کہ حضور کی عمر شریف ۳۵ سال کو پہنچ

چکی تھی تعمیر کعبہ کے موقع پر کعبہ کی چار دیواری میں حجر اسود کے نصب کئے جانے پر سرداران قریش میں تنازعہ واقع ہو کر کشت و خون تک نوبت پہنچنے کو تھی کہ تنازعہ کا فیصلہ حضور علیہ السّلام نے اس دانشمندی اور خوبی سے کیا کہ بڑے بڑے دانا اور مدبّر دیکھ کر حیران اور دنگ رہ گئے۔ اور آپ کی ذہانت و تدبّر اور فہم و فراست پر تحسین و آفرین کہنے لگے۔

یعنی جب قوموں میں حجرِ اسود کے رکھنے میں اختلاف ہُوا کہ اس پتھّر کو کون نصب کرے۔ تو آخر اُن لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ جو شخص سب سے پہلے دروازے سے اندر آئے وُہی اس کا رکھنے والا ٹھہرے اِتنے میں حضور علیہ السّلام تشریف فرما ہوئے۔ آپ نے اپنی ردائے مُبارک فرش پر بچھا دی۔ اور حجرِ اسود کو اُس میں رکھ کر حکم دیا کہ تمام قوموں کے سردار بالاتّفاق اِس چادر کو اُٹھائیں۔ اس فیصلہ پر تمام قوم خوش ہو گئی۔ اور کسی کے دل میں بھی پتھّر نصب کرنے کی حسرت باقی نہ رہی۔

اِن واقعات اور حالات سے ظاہر ہے کہ جس طرح حضور علیہ السّلام اپنی عُمر کے ابتدائی حصّہ سیزدہ یا چہاردہ سالہ میں ہی مذہبی معاملات میں صائب الرائے اور اپنے معبودِ حقیقی کی طلب

معرفت میں عارفانہ خیال اور وسیع النظر اور عالی حوصلہ تھے۔
اِسی طرح دُنیاوی مُعاملاتِ تمدّن و معاشرت میں بھی صاحب تدبیر۔ معاملہ رس۔ زود فہم۔ فراخ حوصلہ۔ جفاکش صلح کُل بے غرض عادل اور منصف مزاج ابتدا ہی سے ایسے تھے۔ جیسا کہ آپ جیسے اولُوالعزم رسُول اور مُصلحِ عالم کا ہونا ضروری تھا۔ یہ سب فوق العادت باتیں حضُور علیہ السّلام کی طبیعت میں تو تھیں ہی مگر اِن پر قدرتی تربیت نے اور بھی جِلا دے دی تھی کہ جس کی وجہ سے آپ اپنی جاہل اور وحشی قوم کی مذموم خصلتوں اور بدعادات سے مُبّرا اور ایک ممتاز شخص خیال کئے جاکر صادق و امین عرب کے مُبارک القاب سے ملقب ہوکر مشہور و معروف ہوئے اور عرب کے عام و خاص آپ کو قصی بن کلاب ثانی اور فخرِ قریش کہتے تھے۔

جب آپ کی عمر ۳۵ سال سے متجاوز ہوگئی تو آپ کو خلوت و تنہائی کی زیادہ رغبت ہونے لگی۔ رفتہ رفتہ حضُور علیہ السلام کا یہ دستور ہوگیا تھا کہ کچھ دنوں کا کھانا لے کر غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور تنہائی میں خُدا کی عبادت کرتے اور اُس کی قدرتوں اور صنعتوں میں غور و خوض کیا کرتے تھے۔

ظُہورِ نبوّت

جس وقت حضور کی عمر ۴۰ سال ایک یوم کی ہوئی۔ اور حسب معمول آپ غارِ حرا میں خلوت نشین تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام حکمِ خداوندی سے تشریف فرما ہوئے۔ اور سورۂ علق کی یہ پانچ آئتیں پڑھنے کے لئے کہا۔ جن کا ترجمہ یہ ہے۔ تو اپنے اُس عظیم الشّان رب کا نام لے کر جس نے مخلوقات کو پیدا کیا۔ اور اِنسان کو خونِ بستہ سے بنایا۔ پڑھ اور تیرا رب بڑا ہی صاحب کرم ہے۔ جس نے اِنسان کو قلم کا استعمال سکھایا۔ پھر الہام اور علمِ لدُنّی کے ذریعے اِنسان کو وہ باتیں بتائیں کہ جن کا اُسے علم تک نہیں تھا۔

آپ نے پڑھا اور سب حقیقت و ماہیّتِ کائنات آپ پر منکشف ہوگئی اسی کا نام علمِ لدُنّی ہے۔

اِس موقع پر یہ ظاہر کر دینا نہایت ضروری ہے کہ حضور علیہ السّلام قطعی اُمّی تھے۔ آپ نے کسی مدرسہ میں تعلیم نہیں پائی اور نہ ہی آپ کا کوئی ظاہری مُعلّم و اُستاد تھا۔ دراصل یہ بھی ایک قسم کا اعجاز تھا۔ کہ بڑے بڑے

فصحا اور بلغا کی گردنیں آپ کے سامنے خم ہو گئیں۔ ورنہ اگر آپ ظاہری طور پر تعلیم یافتہ ہوتے تو دشمنوں کو یہ کہنے کا موقع مل جاتا کہ آپ نے قرانِ مجید خود تصنیف فرما لیا ہے ؟

حضور علیہ السّلام نے جب اسرارِ الٰہی کو دیکھا۔ اور عالم کی کیفیت آپ پر کھل گئی اس وقت آپ کو سخت گھبراہٹ لاحق ہوئی اور آپ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے پاس آئے اور کہا کہ مجھے تو اپنی جان پر خوف بن گیا ہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے آپ کی تسلّی کی اور کہا ؛

خوش ہو جیئے خدا کی قسم اللہ آپ کو کبھی ضایع اور رسوا نہ کریگا آپ عاجزوں کی مدد اور صلۂ رحم کرتے ہیں۔ سچ بولتے ہیں۔ دکھیاروں کا دکھ برداشت کرتے ہیں مفلس کو دیتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اور بھلے کاموں میں مدد دیتے ہیں ؛

اِس کے بعد حضرت خدیجہ الکبریٰ رضؓ آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس (جو توریت و انجیل اور کتب آسمانی کا بڑا فاضل تھا۔) لے گئیں۔ اُس نے آنحضرتؐ کو خوشخبری دی کہ تمہیں مژدہ ہو کہ تم ہی وہ نبی آخر الزمان ہو۔ جس کا ذکر کتب سابقہ

ہیں ہے۔ اور آپ کی جو بشارات صُحفِ انبیا علیہم السّلام میں ہیں اُن میں سے چند پڑھ کر سُنائیں۔ اور یہ بھی کہا کہ ایک وقت ایسا آئیگا کہ تُمھاری قوم تم کو وطن سے نکال دیگی اور مکّہ سے تم کو ہجرت کرنی پڑے گی۔ پھر آپ واپس مکان پر تشریف لائے۔ اس کے بعد حضرت علیہ السّلام پر سُورۂ فاتحہ نازل ہوئی۔ اور حضرت جبرائیلؑ نے آپ کو نماز پڑھنے کا طریقہ سکھایا۔ نماز آپ پر ابتدا ہی میں فرض ہوئی تھی۔ گو اوقاتِ خمسہ کا تعیّن نبوّت کے گیارھویں سال ہُوا۔ اُس کے بعد متواتر حضُور علیہ السّلام پر وحی نازل ہوئی شروع ہوگئی۔ اور سورۂ مزّمل میں آپ کو شب بیداری اور قیامِ لیل کا حکم ہُوا۔ اور سورۂ مدّثر میں اللہ تعالےٰ نے احکامِ الٰہی کی تعمیل کے لئے ارشاد فرمایا:۔

"یعنی اے نبیؐ تو تعمیلِ احکام کے لئے کھڑا ہو جا۔ اور اپنی قوم کو آنے والے غضبِ الٰہی سے ڈرا۔ اور اپنے رَب کی عظمت اور کبریائی بیان کر اور اپنا لباس پاک صاف رکھ۔ اور ہر قسم کی خیانتِ روحانی وجسمانی سے الگ رہ۔ اور تبلیغ رسالت یا کِسی شخص پر احسان اس خیال سے مت کر کہ تُجھ کو اس کا عِوض ملے۔ اور اپنے رب کے لئے تمام دُکھ جو اُس کے راستہ

میں پیش آئیں برداشت کرے"
سب سے پہلے عورتوں میں آنحضرت کی نبوت پر حضرت خدیجۃ الکبریٰ ایمان لائیں۔ اور بچوں میں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ بعمر ۱۰ سال ایمان لائے اور بوڑھوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے سب سے پہلے اقرارِ نبوت کیا۔ پھر زید بن حارث اور حضرت بلال مسلمان ہوئے۔ پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ہدایت سے حضرت عثمانؓ۔ زبیرؓ و عبدالرحمنؓ بن عوف۔ طلحہؓ۔ سعدؓ بن وقاص مسلمان ہوئے۔ ان کے بعد ابو عبیدہ بن الجراحؓ۔ ابوسلمہؓ۔ ارقمؓ۔ عثمانؓ بن مظعون۔ عبداللہ بن مسعود اور سعیدؓ مسلمان ہوئے +

ابتداء میں حضور علیہ السلام تین سال تک خفیہ خفیہ اسلام کی دعوت کرتے رہے۔ اور اکثر لوگ آپ پر ایمان لائے۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی۔ ترجمہ "جو کچھ تجھے حکم ہوتا ہے۔ علانیہ اور صاف صاف بیان کردے" تب آپ نے اسلام کی دعوت علانیہ بیان کرکے توحید کی خوبیاں اور بت پرستی اور شرک و کفر کی برائیاں بڑے زور شور سے بیان کرنی شروع کیں اس بارہ میں آنحضرت صلعم کا جو وعظ ہوتا تھا۔ وہ بڑی

فصاحت و بلاغت کے ساتھ بڑے اعلیٰ درجے کا مؤثر ہوتا تھا۔ جسے سُن کر بڑے بڑے نامی اور مشہور فُصحائے عرب دنگ رہ جاتے تھے۔ اور اِن مواعظِ حَسَنہ سے مُتاثر ہو کر اپنے اپنے بستروں پر راتوں کو لیٹے ہوئے توحید اور اصنام پرستی کی پیچیدہ گتھیوں کو سُلجھانے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ چُنانچہ مشہور مُورّخ سَر ولیم میور صاحب اپنی تصنیف ہسٹری آف محمدؐ میں لکھتے ہیں۔ کہ "چونکہ آنحضرت صلعم کو اپنی رسالت کا نہایت قوی اور مضبوط اعتقاد تھا۔ اس لئے آپ کی طرف سے اِس دین کی نصیحتوں میں بڑی قوّت تھی اور نہایت شِدّت ظاہر ہوتی تھی۔ اور چونکہ فصاحت میں بھی آپ کو کمال تھا۔ لہٰذا آپ کا کلام عربی زبان میں نہایت خالص اور حد درجہ کا ناصِحانہ تھا۔ آپ کے ملکۂ زبان آوری نے روحانی حقیقتوں کو عالمِ تصویر بنا دیا تھا۔ آپ کے زندہ خیالات نے قیامت اور روزِ جزاء اور نعماءِ بہشت اور عذابِ جہنّم کو سامعین کے نہایت قریب نز بلکہ پیشِ نظر دکھا دیا تھا"

معمولی گفتگو میں آپ کا کلام مُفصّل اور قوی تھا۔ مگر ہنگامِ وعظ آپ کی آنکھیں سُرخ اور آواز بھاری اور بلند ہو جاتی تھی۔

اور تمام جسم آپ کا ایسی حالتِ جوش و خروش میں ہو جاتا تھا
کہ گویا آپ لوگوں کو کسی غنیم کے آنے کی خبر دیتے ہیں کہ وہ
دوسرے روز یا اسی شب کو اُن پر آن پڑیگا۔ اور جب حضور
علیہ السلام پر یہ آیت نازل ہوئی۔ **ترجمہ** "یعنے قریبی رشتہ داروں
کو بھی غضب الٰہی سے ڈرا" ....
تو آپ نے کھڑے ہو کر اپنے کُنبہ کے لوگوں کو نام لے لے کر
یوں سمجھایا کہ اے قریش نیکی کر۔ اپنی جانوں کو عذاب الٰہی
سے بچاؤ۔ کوئی چیز تم کو اللہ سے بے پروا نہیں کر سکتی
اے عباس بیٹے عبد المطلب کے (جو حقیقی چچا حضرت
صلعم کے ہیں) کوئی چیز تم کو اللہ سے بے پروا نہیں
کر سکتی۔ اے صفیہ (پھوپھی حضرت صلعم کی) کوئی چیز تم
کو اللہ تعالےٰ سے بے پروا نہیں کر سکتی اے فاطمہ میری
بیٹی تو مانگ لے میرے مال سے جو چاہے۔ لیکن کوئی
چیز بے پرواہ نہیں کر سکتی اللہ تعالےٰ سے یعنی رشتہ دار ہونا
بغیر نیک اعمال کے کام نہ آئیگا۔
اس کے بعد آنحضرت صلعم نے کوہِ صفا پر چڑھ کر اپنے
قبیلہ کے تمام لوگوں کو نام بنام پکارا۔ اور جب سب لوگ

حاضر ہوئے تو آپ نے اُن سے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو اگر میں تم کو اس بات کی خبر دوں کہ پسِ پشت کوہ ایک خطرناک دشمن کا لشکر پڑا ہے اور وُہ تم پر حملہ کرکے تم کو قتل کیا چاہتا ہے تو تم اس بات کو یقین کروگے یا نہیں؟ یہ سن کر سب نے بالاتفاق کہا کہ ہم ضرور تسلیم کرینگے۔ کیونکہ ہم نے آج تک کبھی تیری زبان سے جھوٹ نہیں سُنا۔

اِس کے بعد حضور ہادیٔ اسلام علیہ السلام نے نہایت محبت بھرے اور ہمدردانہ الفاظ میں فرمایا کہ

"میں تم کو اس عذابِ الٰہی سے جو تم پر وارد ہونیوالا ہے اس کے وارد ہونے سے پہلے ہی ڈراتا ہوں۔

اگر خدا پر ایمان لے آؤ تو وہ غضبِ الٰہی تم سے ٹل جائیگا۔ ورنہ سب کے سب ہلاک اور تباہ ہو جاؤ گے

یہ سُن کر سب کفار آپ کو ٹھٹھوں میں اُڑانے لگے۔ اور آپ کے چچا ابولہب نے بہت کچھ بکواس کی اور ساتھ ہی ایک پتھر آپ کی طرف دے مارا اور کہا کہ سارے دن کی تجھے خرابی ہو۔ ہمیں اس بات کے لئے بلایا تھا اور اکٹھا کیا تھا اور سب کفّار منتشر ہو کر چلے گئے۔

مکہ معظمہ میں سلسلۂ مواعظِ حسنہ

اعلانِ توحید

جس وقت حضور علیہ السّلام کے دل و دماغ وحی الٰہی سے منوّر ہوئے اور آپ تبلیغِ رسالت کے لئے مامورِ من اللہ ہوئے تو آپ کے علم و حکمت و فطرت میں علمِ الٰہی کے پرتو سے ایک اور صداقت کی روح چمک گئی۔ پھر تو آپ کی حکیمانہ باتیں۔ اور مدبّرانہ رائیں آفتاب کی مانند دُنیا کو منوّر کرنے والی اپنی روشن شعاعوں کے اثر سے نوعِ انسان کے دلوں سے بیجا حب دُنیا و ظلمتِ شرک کفر و الحاد۔ دہریت کے آثار مٹانے اور محو کرنے لگے اور علمِ الٰہی کی شعاعیں جن کو وحی کہتے ہیں آپ کے قلب مجلّے پر روز افزوں پرتو فگن تھیں۔ اور جو رحم و غضب الٰہی اور نعماء بہشت و عذابِ جہنم کا تصوّر خیالی تھا۔ وہ بدیہی طور پر متشکّل ہو کر مشاہدات میں آنے لگا۔ اور آپ کے سینۂ فیض و عرفانِ گنجینۂ میں اسرارِ خفیہ کی نسبت علمِ یقین کا درجہ حق الیقین کے مرتبہ تک پہنچ گیا۔

چنانچہ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے "سکھایا اُس کو بڑی طاقت والے نے بڑے جگرے کا کام تھا۔ پس پورا نظر آیا اور اب وُہ اعلےٰ درجہ کا سند یافتہ بلند کنارے پر ہے"۔ حضور ہادئے اسلام علیہ السلام کو بہ کمال علم عطا کئے جانے کے بعد اُس مُعلّمِ حقیقی کا بارگاہ صمدیت سے یہ حکم ہُوا "۔ اپنے رب کی طرف حکمت اور اچھی وعظ سے (لوگوں کو) بلا۔ اور اُن سے پسندیدہ طرز سے مباحثہ کر تیرا رب انہیں بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گئے اور وہ راہ پانے والوں کو بھی جانتا ہے۔ جب آپ پر سورۂ مدثر نازل ہُوئی تو آپ نے حسب فرمانِ الٰہی اپنے کاروبارِ دُنیاوی کو خیرباد کہا اور مکّہ معظّمہ (مرکزِ عالم) میں وعظ اور جیسا کہ وحی الٰہی کا منشاء ہے۔ تمام جہان کو قیامت تک کے لئے مخاطب فرمایا۔ ترجمہ اے لوگوں میں تم سب کی طرف اللہ تعالےٰ کا رسول ہو کر آیا ہوں" لوگو! تم کو چاہیئے کہ تم سب مل کر نہایت خلوصِ دل سے اپنے معبودِ حقیقی کی عبادت کرو"۔

حضور علیہ السّلام کے بیان میں ہر قسم کے وعظ و مباحثہ کی بنیاد وحی پر تھی یعنی جو کچھ حکم بارگاہ الٰہی سے آپ کو پہنچتا

تھا۔ وُہی لوگوں کو پڑھ کر سُناتے تھے۔ اس بیان کا نام حسبِ آیت موصوفہ آپ کا وعظ اور مباحثہ ہے۔ آپ کے وعظ و پند میں توحید کا اعلان شرک کی برائی۔ بتوں کی مذمت بت پرستوں کی تکذیب خدائے واحد کا منتقم و منعم حقیقی ہونا۔ انسان پر اُس کے انعامات اور اُس کے احسانات کا تذکرہ۔ ہولناک حادثات اور واقعاتِ زمانہ میں خُدا کی شان قہاری کا ظہور اور اُس کے عدل و رحم کی شفقت کا بیان اس خوبی اور خوش اسلوبی سے ہوتا تھا کہ سامعین سن کر دنگ رہ جاتے اور اُن کے تاثرات سے موافق لوگوں میں خوف و رجا سے ایمانی ترقی کے آثار نمایاں ہوتے اور مخالفین میں ایک تعجب اور تہلکہ بپا ہوتا۔ اور وہ آپ کے بیان فیض ترجمان کو جادو سے تعبیر کرتے۔ ایسی خطرناک بُت پرستی اور تمام جہان کے مشرکین و کفار کے خیال مشترک کی یکایک مخالفت کر کے ایک تن تنہا شخص (آنحضرت صلعم) کا شرک و بت پرستی کے استیصال میں آمادہ ہونا کچھ آسان کام نہیں تھا۔ کیونکہ یہ وُہ مخالفت ہے کہ جس میں حضرت نوح ابھی ساڑھے نو سو سال کی کوششوں میں ناکام رہے۔ یہ وہ مخالفت ہے کہ حضرت ہود اور صالح؈

علیہم السلام اپنی ناکامی پر دستِ افسوس ملتے رہے اور قوم عاد وثمود اپنے خیال کی پختگی پر برابر اڑی رہی گو اُن کے آثار تک دُنیا سے مٹ گئے۔ یہ وُہ مخالفت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مؤاحد آگ میں ڈالے گئے۔ گو قدرت کے زبردست ہاتھوں نے ان کو بچا لیا۔ یہ وُہ مخالفت ہے کہ حضرت موسےٰ علیہ السّلام کے سخت جہاد نمونۂ قہر الٰہی کے مقابل بھی بدستور قائم رہی حتےٰ کہ خود بنی اسرائیل نے حضرت موسےٰ علیہ السّلام کی چندروزہ عدم موجودگی میں گوسالہ کی پرستش شروع کردی۔ یہ وُہ مخالفت ہے کہ جس نے حضرت داؤدؑ کے وسیع ملک موروثہ میں کبھی امن نہ قائم ہونے دیا۔ اور حضرت ممدوح کی تمام عمر معرکہ آرائیوں میں گذری یہ وُہ مخالفت ہے کہ جس کے نتائج کا حضرت سلیمان علیہ السّلام باوجود جن وانس وپری کے حاکم ہونے کے انسداد نہ کرسکے۔ اسی مخالفت نے حضرت زکریا علیہ السّلام کے سر پر آرہ چلایا۔ اور یحییٰؑ کو قتل کرایا۔ اور بیت المقدس میں جہاں کبوتر فروشی تک ممنوع تھی۔ وہاں سؤر کی قربانی ہوئی۔ اور بالآخر اسی مخالفت اور مشرکین وکفار کی ناحق شناسی اور خیالِ باطلہ سے حضرت

محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سابقہ پڑا۔ اور ابتدائی مرحلوں میں بھی ایسی ایسی سخت تکالیف اور مصائب اُٹھائے کہ جنہیں پڑھ سُن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور دل وجگر کے ٹکڑے ہو جاتے ہیں÷

مُخالفت اور تکالیف کا دروازہ کھُل گیا

جب حضور ہادئ اسلام علیہ السّلام کے لگاتار مواعظِ حسنہ اور دلربا طرزِ بیان اور آیاتِ الٰہی کی صداقت بھری ہدائتوں کے اثر سے متاثر ہوکر مشرکین وکُفّار کے دل اسلام کی جانب مائل ہونے لگے تو ضدّی جاہل ابو جہل وغیرہ سردارانِ کُفّارِ مکّہ حیران ہوکر بولے (ترجمہ) اور وُہ حیران ہوئے کہ اُن ہی میں سے اُن کے پاس ایک ڈرانے والا آیا۔ اور اُن منکروں کے کہا جھوٹا جادوگر ہے۔ لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم برابر تائیدِ الٰہی کی زبردست طاقت کے بھروسہ پر بُت پرستی۔ دہریت اور ستارہ پرستی وغیرہ کی علانیہ تردید فرماتے رہے÷

ترجمۂ قرآن مجید۔ (او مشرکو!) خُدا کے سوا جن کو اپنی مدد کے لئے بلاتے ہو (وہ بھی) تم جیسے (مخلوق) بندے ہیں تو اُن کو بُلا دیکھو اگر تم سچے ہو تو وُہ تمہاری فریاد کو پہنچینگے کیا اُن (بتوں) کے ایسے پاؤں ہیں (جن سے چلتے ہیں) کیا اُن کے ایسے ہاتھ ہیں (جن سے چیزوں کو پکڑتے ہیں) یا اُن کی ایسی آنکھیں ہیں جن سے دیکھتے ہیں۔ یا اُن کے ایسے کان ہیں جن سے وہ سُنتے ہیں"

اسی طرح ستارہ پرستوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

ترجمہ۔ اور اُس کی نشانیوں سے ہے رات اور دن سورج اور چاند۔ مت سجدہ کرو سورج اور چاند (وغیرہ ستاروں) کو۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کو سجدہ کرو جس نے اُنہیں پیدا کیا۔ اگر تم اُس کی عبادت کرتے ہو +

پھر بُتوں کی نادانی و کمزوری و عاجزی پر یوں ارشاد ربانی سُنایا۔

ترجمہ لوگو ایک مثال بیان کی جاتی ہے تاکہ اُس کو کان لگا کر سُنو کہ خُدا کے سوا جن پتھر کے بتوں کو تم پکارتے ہو (وہ) ایک مکھی (بھی) پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ اُس کے پیدا کرنے کے لئے سب کے سب اکٹھے بھی کیوں نہ ہو جائیں۔ اور اگر مکھی اُن سے

کچھ چھین لے جائے تو اُس سے اِس کو (وہ) چھڑا نہیں سکتے (کیسے بودے ہیں۔ یہ (بُت) جو (مکھی) کے پیچھے پڑیں اور اِس کو پکڑ نہ سکیں۔ اور کیسی بودی ہے وُہ بیچاری (مکھی) جس کا پیچھا کیا جائے (پھر بھی) ہاتھ نہ آئے، ان لوگوں نے خُدا کی جیسی قدر جاننی چاہئے تھی جانی ہی نہیں (ورنہ) اللہ تعالیٰ تو بڑا زبردست (اور سب پر) غالب ہے۔

چاہئے تو یہ تھا کہ حضور علیہ السّلام کی ان پیاری اور مفید باتوں کو سُن کر کفار و مشرکین فوراً حلقہ بگوشِ اسلام ہو جاتے مگر برعکس اس کے ظالموں نے ضد ہٹ دھرمی تعصّب۔ ایذارسانی پر ایسی کمر باندھی کہ جنہیں پڑھ کر رنج ہوتا ہے۔ کُفارِ عرب نے ہادئ اسلامؐ کے ساتھ دن رات بدسلوکیاں کرنے اور طرح طرح کے ظلم و ستم سے آپ اور آپ کے جاں نثار اصحاب کا دم ناک میں کر دیا تھا۔

ایّامِ حج میں جب حضور کھڑے ہو کر وعظ فرمایا کرتے تھے۔ تو ابولہب آپ کے پیچھے سے پتّھر مارا کرتا تھا۔ کئی دفعہ آپ کے ٹخنے اور پنڈلیاں زخمی ہو جاتیں۔ اور خون بہا کرتا تھا۔ اور ابولہب کی بیوی کا یہ حال تھا کہ ہر روز جنگل

سے خاردار لکڑیاں اُٹھا لاتی اور آنحضرت صلعم کے راستہ میں بکھیر دیا کرتی تھی۔ آہ یہ حقیقی چچا اور حقیقی چچی کی اپنے حقیقی اور یتیم بھتیجے کے ساتھ بدسلوکیاں تھیں اس سے اندازہ لگا لیجے کہ غیر لوگ کیا کچھ زیادتی نہ کرتے ہوں گے ؂

لیکن پیارے بھتیجے کے اخلاق دیکھو آپ نہایت خندہ پیشانی سے اُن خاردار جھاڑیوں کو راستہ سے اُٹھا دیتے۔ اور اس سے فرماتے چچی جان کیا یہ حق ہمسائیگی ادا کرتے ہو۔ اس بد باطن عورت کا نام اسی وجہ سے حَمَّالَۃَ الْحَطَبِ (لکڑیاں چننے والی) مشہور ہو گیا۔

ایک دفعہ خانہ کعبہ میں قریش کے کئی آدمی آپ پر ٹوٹ پڑے ایک شخص نے حضور کی چادر اتار کر آپ کے گلے میں اس زور سے گل پھندہ دیا کہ حضورؐ کا دم گھٹنے لگا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ صدیق رضؓ آپ کو چھڑانے لگے تو سب کے سب حضرت ابوبکر صدیقؓ سے لپٹ پڑے اور اُن کی ریش مبارک پکڑ کر ایسا مارا کہ بے ہوش ہو گئے ؂

ایک دفعہ حضور علیہ السلام سجدے میں تھے کہ ایک کافر نے آپ کی پشت مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی اسی طرح بارہا آپ کے ہمسائے نماز پڑھنے کی حالت میں اور کھانا کھانے کی وقت غلاظت و نجاست ڈال دیا کرتے تھے۔ رستوں میں کانٹے بکھیرتے اور

جب کبھی آپ باہر جاتے تو کفار آپ پر کنکر پتھر مارتے یا کوڑا کرکٹ اوپر ڈال دیتے۔ حرم کعبہ میں نماز پڑھنے تو آمدورفت کے وقت مزاحم ہوتے اور قرآن مجید کی آیت یا سورت پڑھتے توسُن کر شور وغل مچاتے اور آیت مقدسہ کے الفاظ میں اپنے الفاظ ملادینے کی کوشش کرتے۔ بارہا حضور صلعم کی پکتی ہوئی ہنڈیا میں اونٹ کی اوجھڑی کے ٹکڑے وغیرہ یا اور ناپاک چیزیں ڈال کر خراب کر دیا کرتے تھے۔ اور شکایت کرنے پر سخت سے سخت گالیاں دیتے تھے۔ اور باہم عہد کر لیا تھا کہ کوئی شخص ہادئے اسلامؐ کے پاس نہ بیٹھے۔ ایک روز عقبہ بن ابی معیط کافر آپؐ کے پاس بیٹھا اور کچھ باتیں اور قرآن مجید کی ہدایت آمیز آیتیں سنیں۔ تو اُس کے دوست ابی بن خلف نے اُسے کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ تو محمدؐ صلعم کے پاس جاکر بیٹھا اور اُن کی باتیں سُنی ہیں اس لئے میں تیری صورت دیکھنا نہیں چاہتا۔ کیا تجھ سے نہیں ہوسکتا تھا کہ تو محمد صلعم کے منہ پر تھوک دے۔ چنانچہ اس دشمنِ خدا عُقبہ نے بھی نامعقول حرکت کی *

الغرض دشمنوں نے ایذا رسانی و تکلیف دہی کا ایک غیر محدود سلسلہ قائم کر لیا تھا کہ جہاں تک ہوسکے آپ کو

اور آپ کے اصحاب کو تکلیف دینے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھیں چنانچہ اُن بیچارے مسلمانوں کو جن کا کوئی مددگار نہ تھا مُشکیں باندھ کر پہلے خوب زدوکوب کرتے اور پھر دوپہر کی کڑکتی تیز و تُند دھوپ میں اُس جلتی ہوئی زمین پر جس کو رمضا کہتے تھے اُن کو تشنہ و گرسنہ مُنہ کے بل اوندھا لٹا دیتے تھے اور کبھی سیدھا لٹا کر اُن کی چھاتیوں پر بڑے بڑے گرانبار گرم پتھر رکھ دیتے تھے کہ جن کے سنگین بوجھ سے زبان مُنہ سے باہر نکل نکل آتی تھی۔ ایسی تکلیف اور مصیبت کی حالت میں بے رحم ستمگر خدا و رسولؐ کے دشمن اُن مظلوموں سے یہ کہتے تھے کہ یا تو محمد صلعم اور اس کے خدا کو گالیاں دو اور ہمارے بتوں کی پرستش کا اقرار کرو ورنہ اسی طرح عذاب اور دُکھ دے دے کر جان سے مار ڈالینگے۔ مگر کسی نے یہ قبول نہ کیا۔ انہیں ستم رسیدوں میں حضرت عمارؓ اور اُن کے والد یاسر اور ان کی والدہ سمیّہؓ ہیں ؎

اسلام میں پہلی شہیدہ

حضرت بی بی سمیّہ کو بدبخت ابوجہل نے جس عذاب سے مارا ہے اُس کو لکھتے ہوئے قلم کانپتا ہے اور پتھر سے پتھر دل

آدمی کا دل سُن کر خون ہو جاتا ہے۔ یعنی جب ابوجہل نے حضرت یاسرؓ کو بہت تکلیف دی تو اُس کو یاسرؓ کی بیوی سمیہؓ نے ڈانٹا اُس بے حیا ظالم نے طیش میں آ کر اُس پاک دامن بی بی کو اوندھا گرا کر وہ حربہ جو اس وقت اس کے پاس تھا اُس کے زیر ناف مارا اِس ضرب سے وہ عصمت مآب بی بی جاں بحق ہو گئی۔ اسلام میں یہ عفیفہ پہلی عورت ہے۔ جس نے اپنے ایمان پر اپنی جان کو قربان کر ڈالا۔ یاسرؓ بھی بہت تکلیف اور عذاب اُٹھا کر داخلِ جنّت ہوئے۔ اور عمارؓ کو مشکیں باندھ کر مکّہ کی جلتی اور تپتی ریتلی اور کنکریلی زمین پر ڈال دیا جاتا تھا اور چھاتی پر ایک گرم کیا ہوا بھاری پتھر رکھ دیا جاتا تھا۔ اور کبھی پانی میں غوطہ دیتے۔ مگر حضرت عمارؓ کا دل بدستور ایمان باللہ اور ایمان بالرسولؐ میں مستغرق تھا اور پائے ثبات کو ذرا بھر لغزش نہ تھی ؂

یہی حال خباب بن ارتؓ کا تھا کہ برہنہ کر کے تپتی ہوئی زمین پر ڈال دیا جاتا تھا ؂

صہیبؓ کی مصیبت بھی ناقابل برداشت اور دل ہلا دینے والی تھی مگر اُس نے بھی دنیاوی مصیبتوں کو ہیچ جانا۔ اور ہجرت

کے لئے جب تیاری کی اور قریش نے ان کو قید کر لیا تو جو کچھ مال و زر اُن کے پاس موجود تھا سب کچھ اُن کو دے دیا اور وطن کی محبت پر خاک ڈال کر مدینے کو چلتے بنے۔ حضرت بلالؓ اور حضرت عامر بن فہیرہؓ کے مصائب ناقابل برداشت تھے۔ ابو فکیہؓ مظلوم کے پاؤں میں رسن ڈال کر مکہ کی بھوبھل جیسی جلتی زمین پر گھسیٹا جاتا تھا۔ اور سر کے بال مروڑ اور گلا گھونٹ کر ادھ موا کر دیا جاتا تھا۔

عورتوں کی جفاکشی و جانبازی

یہ حال تو اُن دیندار مردوں کا تھا جو تمثیلاً ہم نے بیان کیا ہے۔ لیکن ناانصافی ہو گی اگر اُن راسخ الاعتقاد عورتوں کا ذکر نہ کیا جائے۔ جو باوجود اپنے ضعفِ فطرت کے ایسے مصائب اور شدائد کی متحمل ہو سکیں کہ جن تکالیف کو قوی ہیکل مرد بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ چنانچہ بی بی سمیہؓ کا دردانگیز حال تو اس سے قبل بیان ہو چکا ہے۔ لیکن لبینہؓ۔ زنیرہ۔ ہندیہ اُم عبیسؓ کی مصیبتیں بھی کچھ کم دردناک نہیں۔ یہ بیچاری چاروں لونڈیاں تھیں۔ اور اُن کے سنگدل آقا صرف اس

گناہ پر کہ وہ خدائے واحد اور اُس کے سچے رسول پر ایمان لائی تھیں سخت سے سخت تکلیفیں دیتے تھے۔ چنانچہ اور تو اور خود حضرت عمرؓ (جو ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے۔) لبینہؓ کو اس قدر زد و کوب کرتے تھے کہ جب مارتے مارتے تھک جاتے اور دم لیتے تو کہتے تھے کہ میں نے تجھے ابھی تک چھوڑا نہیں ہے۔ ذرا دم لے لوں تو پھر ماروں گا تو لبینہؓ یہ جواب دیتیں کہ اِسی طرح خُدا بھی تیرے ساتھ کریگا اگر تو مسلمان نہ ہوا۔

زنیرہؓ کو بدبخت ابوجہل نے اس قدر ایذائیں پہنچائیں کہ وہ مظلومہ اندھی ہو گئی۔ ابوجہل نے یہ بکواس کی کہ تجھ کو لات وغیرہ بتوں نے اندھا کر دیا ہے۔ زنیرہؓ نے جواب دیا کہ لات وعزّےٰ کو تو خود ہی نہیں دکھائی دیتا کہ اُن کو کون پوجتا ہے۔ مگر یہ ایک آسمانی امر تھا اور میرا خُدا اس پر بھی قادر ہے کہ پھر میری آنکھوں میں روشنی دے دے۔

ہندیہؓ ایک مشرکہ عورت کی لونڈی تھی۔ اور وہ ظالمہ بیچاری ہندیہ کو سخت تکلیفیں دیا کرتی اور کہتی تھی کہ اسی طرح ستائے جاؤں گی جب تک تو اسلام کو نہ چھوڑے یا اصحاب محمدؐ میں

سے کوئی تم کو خرید نہ لے ۔

ایسے ہی ام عبیسؓ اسود بن عبد یغوث کی لونڈی تھی۔ اور وُہ بے حیا اس کو نہایت ستاتا تھا۔ اور وہ بیچاری اپنے ایمان کی خاطر سب دکھ اور تکلیفیں سہتی تھی ۔

اللہ اکبر کلام الٰہی نے کیا مضبوط ایمان اِن لوگوں کے دل میں پیدا کر دیا تھا۔ اور حیات ابدی کی ایک نئی روحانیت اُن میں پھونک دی تھی۔ مرد تو مرد مومنہ عورتیں بھی مذہب و دین کے مقابلہ میں ہر قسم کی دنیاوی تکلیف و راحت کو حقیر سمجھتیں تھیں۔ گویا بہشت اور دوزخ اُن کی آنکھوں کے سامنے تھے۔ جو ایمان اور کفر کا واقعی اور لازمی نتیجہ ہیں۔ بہشت اور قرب خداوندی کے شوق۔ اور جہنم اور بعد بارگاہ الٰہی کے خوف نے حیات دنیوی کی ہر ایک حالت کو حقیر اور ذلیل اور بے اعتبار کر دیا تھا جس سے راہ خداوندی میں تکلیف کو بھی راحت سمجھتے تھے ۔

غرضیکہ مردودانِ درگاہِ الٰہی بیچارے مسلمانوں اور حضور ہادیٔ اسلام علیہ السّلام کو آزار پہنچانے انہیں تکلیفیں دینے اور ان پر مصائب توڑنے کے لئے ایسے کمربستہ ہوئے کہ

اُن کا سلسلہ ہائے مصائب ختم ہونے کو ہی نہیں آتا تھا۔ مگر آپ کے جانباز اصحاب اور فدائی احباب ان مصیبتوں اور ایذاؤں کو ایسے صبر اور استقلال کے ساتھ برداشت کرتے تھے کہ غیر مذاہب کے منصف مزاج لوگ بھی معترف ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے چنانچہ اس موقع پر مشہور فلاسفر مسٹر کارلائل لکھتے ہیں کہ

"پس ہم محمد (صلعم) کی نسبت ہرگز یہ خیال نہیں کر سکتے کہ وہ ایک شعبدہ باز اور تہی باطن شخص تھے اور نہ ہم اُن کو حقیر جاہ طلب صرف دیدہ و دانستہ منصوبے گانٹھنے والے کہ سکتے ہیں۔ جو سخت اور کرخت پیغام آپ نے دُنیا کو دیا۔ بہرحال وہ ایک سچا اور حقیقی پیغام تھا اور اگرچہ وہ ایک غیر مترتب کلام تھا۔ مگر اس کا مخرج وہی ہے جس کی انتہا کسی نے بھی نہ پائی۔ اِس شخص (محمد صلعم) کے نہ اقوال جھوٹے تھے اور نہ اعمال خالی از صداقت اور نہ کسی کی نقل و تقلید تھی۔ بلکہ وہ حیات ابدی کا ایک نورانی پیکر تھا جو قدرت کے وسیع سینے میں سے نکلا تھا اور بلاشبہ اُس کے لئے امر ربانی پہنچا تھا +

ہجرتِ حبشہ

جب حضور ہادئ اسلام علیہ السلام برابر دو سال تک یہ مصائب اور اپنے مومنوں کی یہ تکالیف دیکھ دیکھ کر تنگ آ گئے اور معتقدین کا زیادہ مصائب میں مبتلا رہنا برداشت نہ کر سکے تو ماہ رجب ۵ھ ہجری نبوت میں آپ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ میرا جو حال ہو سو ہو مگر تم میں سے جس کا جی چاہے مکہ چھوڑ کر کہیں نکل جائے۔ سب سے پہلے حضرت عثمانؓ مع زوجۂ خود حضرت رقیہ بنتِ رسول مقبول صلے اللہ مکہ سے روانہ ہوئے۔ حضور ہادئ اسلام علیہ السلام نے فرمایا کہ عثمانؓ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد پہلا شخص ہے جس نے راہ خدا میں ہجرت کی ہے۔ سمندر تک ۱۲ مرد ۵ عورتیں اور حضرت عثمان کو جا ملے پھر اور لوگوں نے ہجرت کی جن میں جعفر طیار عم زادِ رسولِ مقبول الٰہی تھے۔ یہ لوگ مکہ سے ہجرت کر کے ابی سینیا میں نجاشی بادشاہ حبشہ کے پاس چلے گئے نجاشی نے ان لوگوں کو اپنے ملک میں جگہ دی اور آرام سے رکھا۔ کفارِ مکہ اس بات

سے جل گئے۔ چنانچہ اُنہوں نے نجاشی کے پاس اپنے ایلچی بھیجے تاکہ وہ مہاجرین کو اپنے ملک میں جگہ نہ دے کیونکہ یہ لوگ بدعتی ہیں۔ جنہوں نے اپنا آبائی دین چھوڑ کر نیا دین اختیار کیا ہے۔ نجاشی نے مشرکین مکّہ کے ایلچیوں سے یہ باتیں سُن کر مسلمانوں کو طلب کیا اور دریافت کیا کہ کیا یہ الزام درست ہے جو تم پر ان لوگوں نے لگایا ہے۔ اور وہ تمہارا نیا دین کیا ہے۔ حضرت جعفر ابن ابی طالب نے سب مسلمانو کی طرف سے کھڑے ہو کر سپیچ کے طور پر فرمایا:

حضرتِ جعفرؓ کی تقریر

"اے بادشاہ ہم جہالت اور ضلالت کے گڑھے میں گرے ہوئے تھے اور ہم بُتوں کو پوجتے تھے اور مردار کھاتے تھے۔ فحش بکتے تھے اور کوئی صفت انسانیّت کی ہم میں نہ تھی۔ خدا تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنا رسول محمدؐ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم بھیجا جس کی شرافتِ نسب اور صدقِ مقال اور تدیّن اور صفائی باطن سے ہم خوب آگاہ ہیں۔ خدُ

نے اُن پر اپنا کلام نازل فرمایا وہ ہم کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ خدا کو ایک مانو اس کا کسی کو شریک نہ جانو بتوں کی پوجا نہ کرو۔ پڑوسی کے حقوق کی نگہداشت کرو۔ عورتوں کی عزت کرو۔ سچ بولا کرو امانت میں خیانت نہ کرو۔ اور اپنے ابنائے جنس پر رحم کرو۔ یتیموں کا مال نہ کھاؤ۔ تقوےٰ اور طہارت اختیار کرو۔ نماز پڑھو۔ روزہ رکھو۔ زکوٰۃ دو۔ ہم اُن پر ایمان لائے ہیں۔ اور ان کے احکام و نصائح کو قبول کر لیا ہے۔ خاصکر اس حکم کو کہ صرف ایک اللہ کی پوجا کرو اور لکڑی اور پتھر وغیرہ کے بتوں کو نہ پوجو صرف اسی ایک بات پر اہل مکہ نے ہم کو ایسی ایذائیں دیں کہ ہم کو کہیں پناہ نہیں ملی آخر کو آپ کے ملک میں آکر پناہ لی۔ امید ہے کہ آپ ہم کو اُن کے ظلم و ستم سے نجات دلائیں گے؎

سبحان اللہ حضرت جعفرؓ کی جذبات صداقت سے بھری ہوئی ولولہ انگیز پرجوش تقریر میں حضور ہادئ اسلام کی تعلیم کا تقریباً تمام خلاصہ موجود ہے۔ نجاشی نے سن کر کچھ دیر تک خاموشی اختیار کی اور پھر کہا کہ جو کلام تمہارے نبی پر اُترا ہے کچھ اُس میں سے تو پڑھو۔ حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کو ابتدا سے پڑھنا شروع کیا۔ اور جب اس مقام پر پہنچے جہاں حضرت

مریمؑ کو منجانب اللہ یہ خطاب ہوتا ہے۔ ترجمہ پس کھا اور پی
اِس بچہ (عیسےٰؑ) کے (دیکھنے) سے، آنکھیں ٹھنڈی کر۔" نجاشی بادشاہ
کو کمال رقت ہوئی۔ اور اُس نے کہا کہ یہ کلام اور جو کلام حضرت
موسےٰؑ پر اُترا تھا دونو کی روشنی ایک روشندان سے معلوم ہوتی
ہے اور اہل اسلام کو کہا کہ میرے ملک میں راحت و آرام اور
اطمینانِ قلب کے ساتھ رہو۔ اور ایلچیانِ کُفار مکہ کو صاف
جواب دے دیا۔ تو کفار نے پھر یہ شرارت کرنی چاہی۔ اور
کہا کہ یہ لوگ (مسلمان) حضرت عیسےٰؑ کی شان میں بادشاہ کے
عقاید کے خلاف کچھ کا کچھ کہتے ہیں۔ نجاشی نے پھر مسلمانوں
سے خطاب کر کے دریافت کیا تو حضرت جعفر رضی اللہ تعالےٰ عنہ
کہا کہ ہم اُن کے حق میں یہی کہتے ہیں وہ بندۂ خدا ہیں۔ اللہ
تعالےٰ نے بحکم کلمہ کن بغیر باپ کے مریمؑ طاہرہ کے پیٹ سے
انہیں پیدا کیا اور پیغمبر بنایا۔" حضرت جعفر رضی اللہ تعالےٰ
عنہ نے اپنے کلمات کی تصدیق میں بہت سی آئتیں پڑھیں
نجاشی نے کہا کہ بے شک انجیل میں حضرت عیسےٰؑ کی تعریف
ایسی ہی لکھی ہے مرحبا تمہیں اور اُسے جس کی طرف سے
تم آئے ہو۔ واقعی وُہ خدا کا رسول ہے۔ اُس کی تعریف

انجیل میں موجود ہے۔ اور حضرت عیسےٰؑ نے اُس کی بشارت دی ہے ؏

پھر کُفّارِ مکہ کے قاصدوں کو ڈانٹ بتائی اور اُن کو اپنے ملک سے نکال دیا ؏

پس حبش میں تو یہ واقعہ گذرا۔ مگر مکّہ میں بھی ایک عجیب کامیابی حاصل ہوئی۔ یعنے ایک تو حضور ہادیٔ اسلام کے چچا حضرت حمزہؓ ایمان لائے اور دوسرا عرب کے ایک مشہور بہادر جو اسلام کے شدید ترین دشمن تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ مشرف باسلام ہوئے ؏

واقعہ اس طرح پر ہے کہ جب کُفّار مسلمانوں پر مظالم کرتے کرتے تھک گئے اور حضور ہادیٔ اسلامؐ کی علوہمتی، ثابت قدمی استقلال میں ذرّہ بھر کمی واقع نہ ہوئی۔ تو ایک روز ابوجہل سراپا جہل نے اپنی تمام قوم کو جمع کر کے نہایت طعن و تشنیع سے بھری ہوئی تقریر سے نادم کیا اور کہا کہ میں اس جلسہ میں اعلان کرتا ہوں کہ حاضرین میں سے جو شخص محمدؐ (صلعم) کو قتل کریگا میں اُسے اس قومی خدمت کے معاوضہ میں نہایت اعلےٰ قسم کے ایک سو اونٹ انعام میں دونگا ؏

حضرت عمرؓ نے اِس اہم کام کے سرانجام دینے پر آمادگی ظاہر کی ابوجہل آپ کو کعبہ میں لے گیا اور ہُبل کے آگے جو قریش کا سب سے بڑا بُت تھا اپنے وعدہ یعنی ایک سو اونٹ ادا کر دینے کی سخت قسم کھائی (حضرت) عمرؓ نے بھی اسی طرح اس بُت کے سامنے عہد کیا کہ میں بھی جب تک اس دشمنِ قوم کو قتل نہیں کر لونگا آرام سے نہیں بیٹھوں گا۔ غرضیکہ (حضرت) عمرؓ تلوار کمر سے لگا سیدھے مسکنِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی طرف چلے اور کارکنانِ قضاؤ قدر نے نہایت مُسرت بھرے لہجے میں کہا کہ فرد

آمد آں یارے کہ من مے خواستم
راست شد کارے کہ من مے خواستم

راہ میں اتفاقیہ نعیم بن عبداللہ مل گئے۔ اُنھوں نے عنوان دیکھ کر کہا کہ کیوں خیر ہے (حضرت) عمرؓ بولے کہ محمدؐ صلعم کا فیصلہ کرنے جاتا ہوں اُنھوں نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو۔ خود تمہاری بہن بہنوئی اسلام قبول کر چکے ہیں۔ یہ سُن کر فوراً پلٹے اور اپنی ہمشیرہ کے گھر پہنچے۔ وہ قرآن مجید کی کچھ آئتیں پڑھ سن رہے تھے۔ پاؤں کی آہٹ پا کر چپ ہو گئے اور قرآن کے اوراق

چھپا دئے۔ لیکن حضرت عمرؓ کے کانوں میں آواز پڑ چکی تھی۔
بہن سے پوچھا تم یہ کیا پڑھ رہی تھیں۔ اُن کی بہن نے کہا کچھ نہیں
وہ بولے کہ نہیں نہیں میں سُن چکا ہوں۔ سچ سچ بتاؤ کیا تم میاں
بی بی دونو مرتد ہو گئے ہو۔ یہ کہکر اپنے بہنوئی سعیدؓ سے دست وگریبان
ہو گئے۔ اور اس کو زدوکوب کرنا شروع کیا۔ اللہ رے بے خبری میں
انسان کیا نہیں کرتا۔ بہن چھڑانے آئی تو اُس کو بھی
زخمی کیا۔ جس سے اُس کا جسم لہولہان ہو گیا۔ اسی حالت میں
اُن کی بہن فاطمہ کے مُنہ سے یہ نکلا کہ عمر جو جی چاہے کرو۔ مگر اب
اسلام دل سے نہیں نکل سکتا۔ اس درد بھری آواز سے حضرت
عمرؓ کے دل پر بھی ایک خاص اثر ہوا۔ اور بہن کی طرف دیکھا تو
جسم سے خون جاری تھا۔ یہ دیکھ کر اُن کا دل بھی پسیجا اور رقت
طاری ہو گئی۔ اور کہا کہ تم لوگ جو پڑھ رہے تھے وہ مجھ کو بھی سناؤ۔
فاطمہؓ نے قرآن کے اوراق لاکر سامنے رکھ دئے ایک ایک لفظ پر
حضرت عمرؓ کا دل مرعوب اور متاثر ہوا جاتا تھا۔ جب اس آیت
پر پہنچے۔ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ تو بے اختیار زبان سے نکلا
اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ
اور کہا کہ مجھے حضور کی خدمت میں لے چلو۔ غرضیکہ وہاں سے

روانہ ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابن ارقم کے مکان پر فروکش تھے۔ حضرت عمرؓ نے آستانۂ مبارک پر پہنچ کر دستک دی۔ حضرت عمرؓ کے ارادۂ حقیقی اور آمد کی خبر اس مجلس میں پہنچ چکی تھی۔ اِس لئے صحابہؓ کو دروازہ کھولنے میں تردد ہوا۔ لیکن ہادیٔ اسلامؑ خود آگے۔ بڑھے اور دروازہ کھول دیا اور قبل اس کے کہ انہیں دیکھیں فوراً اُن کے منہ سے نکلا اے عمرؓ کب تک ہمارے دشمن بنے رہوگے؟ اور کس ارادے سے آئے ہو؟ اس وقت شجاعِ عرب حضرت عمرؓ کی عجب حالت تھی۔ یعنی تلوار اُن کے گلے میں اس طرح آویزاں تھی جس طرح بے ہتھیار ہارے دشمن کی۔ آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ نبوت کی پر رُعب آواز نے اُن کو کپ کپا دیا تھا۔ نہایت خشوع و خضوع سے عرض کیا کہ مجھے مشرف با کرم فرمائیں۔ اور چاہا کہ قدموں پر گر پڑیں۔ لیکن اُس نبی رؤف ورحیمؐ نے گلے سے لگا لیا اور اس قدر جوشِ محبت سے بغلگیر ہو کر ملے اور اس محبت سے اُن کی پیشانی پر بوسہ دیا جس طرح کوئی مدتوں کے بچھڑے ہوئے بھائی حقیقی ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے نہایت جوشِ مسرت سے

نعرۂ اللہ اکبر بلند کیا۔ اور ساتھ ہی صحابہؓ نے مل کر اس زور سے تکبیر کہی کہ مکہ کی تمام پہاڑیاں گونج اٹھیں تمام مسلمانوں میں یہ خبر تار برقی کی طرح پھیل گئی۔ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا ہی یہ نتیجہ ہؤا کہ مسلمانوں نے بہ تحریکِ حضرت عمرؓ کعبہ میں علانیہ نماز ادا کی ۔

شعب ابی طالب میں محصور ہونا

قریش کے سفیر سفارتِ حبشہ سے ناکام واپس آئے اِس وجہ سے قریش کو سخت ندامت ہوئی تو پہلے سے اور بھی زیادہ حضور ہادیٔ اسلام علیہ السلام کی مخالفت اور ایذا رسانی میں مستعد ہوئے۔ اور جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمانوں نے ابی سینیا کو اپنا جائے پناہ اور مامن پناہ لیا ہے۔ اور حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ جیسے بہادر لوگ مسلمان ہو گئے۔ اور دن بدن مسلمان بڑھتے جاتے ہیں اور اسلام کی اشاعت ترقی پر ہے۔ تو اُن کو سخت طیش آیا اور انہوں نے قطعی ارادہ کر لیا کہ جس طرح ممکن ہو۔ بہت جلد محمد صلعم کا استیصال کیا جائے۔ چنانچہ ایک روز تمام قریش متفق ہو کر ابی طالب

کے پاس گئے اور کہا کہ یا تو تم اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کردو یا اُس سے کہدو کہ ہمارے بتوں کی مذمت نہ کیا کرے۔ ابو طالب نے اپنے بھتیجے کو بلاکر قریش کا یہ پیغام سنایا اور کہا کہ اب اس سے زیادہ مجھ میں تمہاری حفاظت کی طاقت نہیں ہے۔ حضور ہادئے اسلام نے یہ سُن کر فرمایا کہ آپ میری بابت کچھ فکر نہ کریں۔ میرا اللہ نگہبان اور محافظ ہے۔ اگر تمام قریش میرے قتل کا ارادہ کریں۔ اور دائیں بائیں آفتاب و مہتاب اُن کے شریک ہوں تو بھی میں اپنے ارادے اور کار منصبی سے باز نہیں آسکتا۔ کیونکہ میں تبلیغ کے معاملہ میں مجبور ہوں اگر آپ حفاظت نہیں کرسکتے تو نہ کریں۔ میرا خدا حامی ہے۔ یا تو میں کامیاب ہونگا یا حقیر و ذلیل ہو جاؤنگا۔ حضرت ابو طالب نے یہ استقلال خوق العادت اور دلیرانہ ثابت قدمی دیکھ کر کہا کہ اے میرے پیارے بھتیجے کچھ فکر نہ کر جب تک میری جان میں جان ہے میں بھی تیری مردانہ ہمت کا ساتھی ہوں۔ چنانچہ حضور رم بدستور لوگوں کو پیغام پہنچاتے اور سُناتے رہے اور قریش کی اذیتوں اور تکلیفوں اور مخالفتوں کو کچھ خیال میں نہ لائے اور نہ خاموشی اختیار کی چنانچہ اس موقع پر مسٹر کارلائل

مشہور فلاسفر لکھتے ہیں۔ بلاشبہ آپ (محمد صلعم) خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔ کیونکہ جس امرِ حق کا آپ اعلان فرماتے تھے اُس میں وہی فطرتی قوت موجود تھی جو کہ شمس و قمر یا قدرت کے اور مصنوعات میں ہے۔ اور خدائے قادرِ مطلق کی مرضی کے بغیر سورج اور چاند اور تمام قریش بلکہ تمام انسان اور موجودات عالم آپ کو خاموش نہیں کرا سکتے تھے۔ کیونکہ اس کے سوا آپ کچھ کر ہی نہیں سکتے تھے۔

مسٹر باسورتھ سمتھ صاحب لکھتے ہیں کہ یہ "کلام اور چلن ایک جھوٹے مدعی نبوت کا نہیں ہو سکتا"۔ اللہ اکبر کیسی ثابت قدمی اور استقلال کے ساتھ صابرانہ اور مردانہ جواب تھا کہ عیسوی مصنفین بھی بے ساختہ پکار اُٹھے کہ سوائے صادق القول آدمی کے اور کوئی ایسا جواب نہیں دے سکتا۔

قریش نے پھر ایک روز پنچائت کر کے حضور ہادیٔ اسلام علیہ السلام کو بلوایا اور کہا کہ آخر اس دعوٰے (نبوت) سے اور ایسی باتوں سے تمہاری غرض کیا ہے اگر مال چاہیئے ہو تو مال جمع کر دیں۔ اگر تم کو شرف و جاہ مطلوب ہے تو

ہم تم کو اپنا سردار بنالیں اگر تم بادشاہت چاہتے ہو تو ہم تم کو اپنا بادشاہ بنالیں۔ اور اگر تم کو کوئی آسیب ہو گیا ہے تو ہم تمہارا علاج کرائیں۔ یہ سن کر حضور ہادئے اسلام علیہ السلام نے جواب دیا کہ ان سب باتوں سے میرا کوئی بھی مقصد نہیں ہے۔ میری شان اس سے اعلیٰ وارفع ہے کہ تم سے زیادہ مال وحشمت کا طلبگار ہوں۔ میں صرف بشیر و نذیر ہوں اگر قبول کروگے تو دین و دنیا میں کامیاب ہو جاؤگے اگر نہ مانوگے تو میں صبر کرونگا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ مجھ میں اور تم میں فیصلہ کردے۔"

یہ جواب سن کر کفارؔ مکہ نے آپس میں کہا کہ یہ محمد (صلعم) ہرگز نہیں مانیگا۔ جب تک اپنا خون ہمارے ذمے لگا کر اپنے قتل کے جرم سے ہم کو بدنام نہ کریگا غرضیکہ سب کے سب حضور کے قتلِ ناحق پر آمادہ ہوئے۔ لیکن ابوطالب اور بنو ہاشم کے خوف سے آپ کے قتل کو کسی موقع پر اور وقت مناسب پر موقوف رکھا اور آپ کو جان سے مار ڈالنے کا پختہ ارادہ کرلیا۔ حضرت ابوطالب نے یہ خبر سن کر ابو المطلب اور بنو ہاشم کے اُن لوگوں کو جو اُن کے خاص خاندان کے تھے جمع

کیا اور ان سب کو مع آنحضرت صلعم کے لے کر اُس غار میں جسے شعب ابو طالب کہتے ہیں پناہ گزیں ہوئے۔ جب قریش نے بنی عبد المطلب اور بنی ہاشم کو متفق اور غار میں محفوظ دیکھا تو سب نے اکٹھے ہو کر باہم یہ عہد نامہ لکھا کہ آخر ہم سب قریش بنی عبد المطلب سے الگ اور جدا رہیں گے۔ اور اُن میں رشتہ اور نکاح نہیں کریں گے۔ اور نہ ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور نہ اُن سے کوئی معاملہ کریں گے اور نہ اُن کو اِس سرزمین میں آرام لینے دیں گے مگر اُس وقت تک کہ محمدؐ (صلعم) مارے جاویں۔ یہ عہد نامہ باقُہر کعبہ کے دروازہ پر آویزاں کیا گیا اور شعب ابو طالب کا محاصر کر لیا۔ جو کوئی اُس شعب (گھاٹی) سے باہر آتا اُسے خوب مارتے اور بازار سے کوئی چیز خرید کرنے نہ دیتے تھے۔ یہ مصیبت کامل تین سال آپؐ اور آپؐ کے رفقا پر برابر رہی۔ جب یہ لوگ محاصرہ میں پڑے پڑے تنگ آ گئے۔ اور بال بچےؐ بھوکے اور پیاسے روتے روتے قریب المرگ ہو گئے۔ تو قریش میں سے بعض کو بوجہ رشتہ داری اُن پر رحم آیا۔ تب چند اشخاص

نے مل کر عہد کو توڑا اور عہد نامہ کو پھاڑا اور محصورین کو وہاں سے نکال لائے۔ تب بنی عبدالمطلب اپنے اپنے گھروں میں آ کر بسے ؟

حضرت ابو طالب و حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا انتقال

جس وقت نبوت کا دسواں سال تھا اور حضور ہادیٔ اسلام علیہ السلام کی عمر ۴۹ سال ۸ ماہ ۱۱ یوم کی تھی۔ حضور کے ہمیشہ کے حامی ہمیشہ کے معاون و مددگار ہمیشہ کے غمخوار و غمگسار ہمیشہ کے فدائی و جاں نثار یعنی آپ کے چچا جناب ابی طالب انتقال فرما گئے۔ ہائے افسوس واحسرتا۔ آہ یہ وہی پیارے چچا ہیں کہ جن کی محبت حضور علیہ السلام کے ساتھ صرف عالم طفلی میں نہ تھی بلکہ عالم پیری تک آپ کی محبت میں اپنا جان و مال فدا کرتے رہے۔ چنانچہ زمانۂ بعثت و نزول وحی کے بعد اکثر موقعوں پر حضرت ابی طالب نے آپ کی حمایت و حمایت میں کفار و مشرکین سے مباحثہ کر کے حضور علیہ السلام کے صدیق و امین ہونے کی تصدیق فرمائی۔ اور پورے تین سال تک حضور کیساتھ شعب ابی طالب میں محصور رہ کر بھوک اور پیاس کے صدمے سہے

اور کفّار کے ہاتھوں سے سخت تکالیف اُٹھائیں اور تمام عمر میں حضور علیہ السّلام کی کبھی مخالفت نہیں کی بلکہ اپنے دونوں بیٹے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور جعفر رضی اللہ تعالےٰ عنہ مسلمان ہوگئے مگر اُن کو مسلمان ہونے سے نہیں روکا بلکہ اپنی وفات کے قریب اپنی اولاد اور اپنے اقربا کو جمع کرکے آپ کے حق میں یہ وصیت فرمائی کہ میں تم کو محمدؐ (صلعم) سے اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ قریش میں امین ہے اور عرب میں صدیق ہے۔ وہ ایسا امر لایا جس کو دل نے تو مانا مگر زبان نے بدنامی کے ڈر سے انکار کیا۔

آہ اور مصیبت پر مصیبت یہ واقع ہوئی کہ حضور ہادیٔ اسلام علیہ السلام کی محسنہ اور جان نثار بیوی ہمیشہ کی ساتھی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہا بھی تیسرے دن انتقال فرما گئیں۔ اُس وقت حضور علیہ السلام نہایت مغموم ہوئے کیونکہ آپ کے دو بہت بڑے بھاری غمگسار آپ سے جدا ہوگئے تھے۔

اسی لئے آپ نے اس کا نام عام الحزن رکھا (رنج و غم کا سال) بیشک آپ کا غم و الم ہفتہ دو ہفتہ (مہینے دو مہینے سال دو سال

کا زمانہ۔ اکٹھے دس سال گزر گئے ہیں اور کفار کا یہ حال ہے کہ پھر بھی آرام نہیں لینے دیتے۔ اور اسی طرح آپ کو تکالیف و مصائب کا نشانہ بنا رکھا ہے۔ اور آپ ہیں کہ اُسی طرح استقلال میں نوح اور صبر میں ایوب اور فرمانبرداری میں ابراہیم اور ثابت قدمی و دلیری میں موسےٰؑ و ہارون اور شجاعت میں داؤد بنے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اسی ہمت و استقلال اور صبر و تحمل کی طرف اللہ تعالےٰ اشارہ فرماتے ہیں " یعنی کیا ہم نے تیرا سینہ کشادہ اور فراخ ..... جو تمام تنگیوں اور مصیبتوں کو برداشت کرسکتا ہے "۔

سچ ہے اگر خدا کی طرف سے شرح صدر نہ ہو تو ایسی مصیبت کے ساتھ کوئی انسان اس قدر مدت دراز تک اس قسم کی سختیاں ہرگز اُٹھا نہیں سکتا۔ الغرض کفار میں سے کوئی کافر نہ آپ کی بات اور پند و نصائح سنتا۔ اور نہ کلام ربانی کو کانوں تک پہنچنے دیتا تھا۔ پھر بھی حضور ہادیٔ اسلام علیہ السلام وعظ سنانے کو نکلا کرتے تھے اور گھر گھر اور قبیلہ قبیلہ میں پھر کر پیغام الٰہی پہنچایا کرتے اور ہر ایک قبیلہ کے شرفا سے آپ یہی التجا کرتے کہ میں تم کو کسی بات پر مجبور نہیں کرتا۔

سفر طائف

جب حضور علیہ السلام کو مکّہ کے لوگوں سے ہر قسم کی ناامیدی ہوئی اور ان کی شرارتیں بڑھ گئیں تو آپ نے طائف کا عزم سفر اس غرض سے کیا کہ شاید وہیں کوئی اسلام کا وعظ سنے۔ آخر مکہ سے روانہ ہو کر پا پیادہ طائف پہنچے زید بن حارث ہمراہ تھے باوجودیکہ مسافر کی حمایت اور مہمان نوازی عرب کا عام دستور تھا۔ مگر خدائے واحد کی طرف بلانے والے کو اس قوم جاہل میں امن کہاں طائف کے رؤسا نے پناہ دینا تو درکنار چند آوارہ نوجوان لڑکوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ اُن اوباشوں نے اس عظیم الشان مہمان پر پتھر چلائے۔ کنکر برسائے۔ گالیاں دیں اور آوازے کسے حضور ہادئ اسلام کا جسم مبارک زخموں سے چور چور اور لہولہان ہو جاتا اور خون بہ بہ کر کفش مبارک میں جم جاتا۔ اور وضو کے لئے جوتا اُن کا نکالنا دشوار ہو جاتا۔ ایک روز ایسے گہرے زخم آئے اور ایسی شدید ضربات لگیں کہ حضور علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر گئے۔ زید اٹھا کر آبادی سے باہر لے گئے چھینٹے دیئے

سے ہوش آیا۔ ناامیدی اور شکستہ دلی کے ساتھ ایک باغ میں انگور کی ایک بیل کے سایہ میں جا بیٹھے حضور کو بیٹھے بیٹھے اہل مکہ اور اہل طائف کی ایذا رسانی کا کچھ خیال سا آگیا اور کسی قدر مغموم ہوئے تو اسی وقت آپ کو خدا کی طرف سے الہام ہوا کہ اگر تو چاہے تو اس شہر کو تہ و بالا کر دیا جائے آپ نے معاً یہ عرض کیا۔ "میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ انہی میں ایسے لوگ پیدا کرے گا جو خدائے وحدہٗ لاشریک کی پوجا کریں گے"۔

آخر وہاں سے پھر مکہ میں تشریف لائے۔۔

معراج شریف

جبکہ حضور ہادئ اسلام علیہ السلام اپنی پامردی و مردانگی اور ہمیشہ استقلال کے ساتھ بارہ برس کامل دُکھ اور تکالیف میں ثابت قدم رہ کر بڑے بڑے اہم معاملات میں کار نمایاں کر چکے یعنی قرآن مجید کی اشاعت۔۔۔ اور بت پرستوں کو مجبور و معقول کر کے بت پرستی اُدیتوں کے استیصال کے سامان مہیا کر چکے اور دہریوں کو معقول دلائل سے عاجز کر کے انہیں قائل وجود

صانع عالم کرالیا۔ اور اہل کتاب کو اُن کے مُشرکانہ افعال پر متنبہ کر کے شرک اور کفریات کی بنیاد کو متزلزل کر دیا اور چاردانگ عالم میں ایک عجیب انقلاب کی صورت پیدا کر کے تہلکہ ڈال دیا۔ اور دُنیا میں.... توحید فے الذّات اور توحید فے الصفّات اور فے العبادات کی ایک نئی روح پھونک دی۔ اور تمام تعلقاتِ اسباب کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہ کر مٹا دیا۔ ان کارہائے نمایاں کی انجام دہی و بجا آوری میں حضور ہادیٔ اسلام علیہ السّلام تمام اپنے ہم مشرب اور ہم مذہب انبیاء علیہم السّلام...... .... میں سبقت لے گئے۔

جس کے صلہ میں بارگاہِ یزدانیؔ سے حضور علیہ السّلام کو معراج شریف کا بلند مرتبہ عطا کیا گیا۔ اور معزز خطاب سید المرسلین اور مبارک لقب اشرف الانبیا سے سرفراز و ممتاز ہوئے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ معتبر کتب احادیث میں لکھا ہے کہ حضور علیہ السّلام حسب معمول نبوت کے بارھویں سال ماہ رجب کی ستائیسویں شب کو کعبہ میں بہ یاد الٰہی مشغول تھے۔ اور آپ نے وہیں خواب استراحت فرمائی کہ جبرائیل علیہ السّلام نے آکر بیدار فرمایا۔ اور جناب باری کی یاد آوری کا پیغام سنایا۔

غرضیکہ آپ وہاں سے بیت المقدّس سے سدرۃ المنتہےٰ اور
اور سدرہ المنتہےٰ سے عرش معلّےٰ ولامکان تک اپنے جسم
مقدس کے ساتھ تشریف لے گئے۔ چنانچہ خداوند
تبارک وتعالےٰ اپنے جبیب پاک حضرت محمد مصطفےٰ احمد
مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم کے کمال عروج کی ابتدا یوں بیان
فرماتا ہے۔ ترجمہ "پاک ہے وہ جو اپنے بندے کو ایک
رات مسجد حرام (کعبہ) سے مسجد اقصےٰ تک لے گیا۔ جس کے
دور کو ہم نے برکت دی تاکہ ہم اُس کو اپنے نشانوں میں سے
دکھاویں۔ بے شک وہ سُننے والا دیکھنے والا ہے" اس سفر
معراج میں حضور علیہ السلام نے بارگاہ یزدانی کی خاص حضوری
حاصل کی۔ اور نور احدیت سے بلا کسی حجاب کے واصل ہو کر
بڑے عظیم الشان نشانات اور لاکھوں آثار قدرت کا
مشاہدہ فرمایا چنانچہ خداوند کریم فرماتے ہیں۔ ترجمہ اس کی
آنکھ نے کجی نہیں کی اور غلطی نہیں کھائی۔ ضرور اپنے
رب کے بڑے بڑے نشانات دیکھے"

اِس کے بعد کچھ اسرارِ مخفی جو روحانی تعلیم اور تزکیّہ نفس
سے تعلق رکھتے ہیں وحی کئے گئے ۔

ترجمہ۔ "پھر اپنے بندے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں اُن عظیم الشان اسرار کو ڈالا۔"

جب محبوب خدا رونق افزائے عالم ہوئے۔ یعنی عرش سے فرش پر تشریف لائے تو عالم بالا کے عجائبات جو مشاہدہ کئے تھے وہ اور دیگر احکام جو امت مرحومہ کے حق میں حاصل ہوئے سب بتلائے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے سن کر تمام باتوں کی بصدقِ دل تصدیق کی۔.......اور صدیق اکبر رضؓ خطاب پایا۔ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واقع معراج پر ایمان لاکر جملہ احکام الٰہی کی پابندی اور بجاآوری میں سرگرم ہوئے۔ اور ابوجہل سراپا جہل نے اپنی فرعونیت سے واقعۂ معراج کی تکذیب کر کے اپنے ہم خیال لوگوں میں طرح طرح کے شکوک اور شبہات پھیلائے اور زندیق مشہور ہوا۔

چونکہ کفار مکہ دیدار الٰہی اور واقعہ شب معراج سے منکر ہو کر حضور ہادیٔ اسلام علیہ السلام کی شان مبارک میں زیادہ گستاخی اور بے ادبی سے پیش آنے لگے۔ اور واقعہ معراج کو ازراہ تعجب محال کہتے تھے۔ اس لئے خداوند کریم

نے اُن کا تعجب رفع کرنے کے لئے اپنے محبوبؐ پاک کے تقرب اور مشاہدہ کی کیفیت معقولی طور پر قرآن شریف میں اس طرح بیان فرمائی ہے:۔ **ترجمہ**

"پھر نزدیک کھڑا ہوا۔ اور پاس کھڑا ہوا۔ پس دو کمانوں کے درمیانی فاصلہ کے برابر یا اُس سے بھی نزدیک تر ہو گیا"

عرب کا دستور تھا کہ جب دو آدمی باہم دوستی و اتحاد پیدا کرتے تو دونو معاہدہ کنندہ اپنی اپنی کمان تو اُکو باہم ملا دیتے اور اس طرح ملانے کے بعد دونو معاہدہ کنندہ ایک تیر اُن دونوں کمانوں

. . . .

. . . . . میں (جو اب ملکر ایک ہو گئی تھیں) رکھ کر چھوڑتے اور یہ رسم عرب اس امر کا نشان ہوتا تھا کہ اُس وقت کے بعد ایک کمان والے کا دوست دوسرے کمان والے کا دوست ہے اور ایک کمان والے کا دشمن دوسرے کمان والے کا دشمن ہو گا۔

مندرجہ بالا خدائی حوالجات میں "بندے" "سمک لے گیا" "آنکھ" "تجلی" "نزدیک" "پاس کھڑا" کے الفاظ اس امر پر صریحاً دلالت کرتے ہیں۔ کہ معراج شریف جسد عنصری کے ساتھ

ہوا۔ اور جن لوگوں نے لفظ رؤیا کے اصطلاحی معنوں میں سمجھ کر کچھ کا کچھ لکھ دیا۔ اور واقعہ معراج کو ایک خواب سمجھا وہ سخت غلطی پر ہیں۔ دراصل لفظ رؤیا کا ماخذ ہے رویت اور " اور نہیں کیا ہم نے اس رؤیا کو جو تجھ کو دکھایا مگر واسطے آزمائش لوگوں کے"

اپنے محبوب پاک کے مشاہدہ اور دیدار کی نسبت خداوند تعالےٰ فرماتا ہے:

"اس دل نے جو دیکھا خوب دیکھا یعنے مغالطہ نہیں کھایا، کیا (مشرکو)، تم اس کی دید پر جھگڑتے ہو:"

ہجرتِ مدینہ

ملک عرب میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے وقت سے یہ رسم چلی آتی تھی کہ دور دراز مقامات مکہ سے لوگ مکہ معظمہ میں حج کرنے آیا کرتے تھے اور یہ رسم حج حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اس بات کی یادگار ہے۔ کہ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہم السلام نے اس مقدس گھر یعنے خانہ کعبہ کو تعمیر کیا تھا اور انہوں نے ہی آداب اور ارکان حج مقرر فرمائے تھے۔ نبوّت کے گیارھویں

سال حج کے موقع پر کچھ آدمی مدینہ سے بھی حج کے لئے مکہ معظمہ
میں آئے اس زمانہ میں حضور ہادئ اسلام علیہ السّلام کو اپنی قوم
سے سخت مایوسی ہو چکی تھی۔ مگر پھر بھی حضور نے حاجیوں کے مجمع
میں بڑی جرأت اور دلیری سے خانہ کعبہ کے اندر تشریف لا کر
اس شدّ و مد سے اسلام اور توحید کا وعظ کہنا شروع کیا کہ تمام مشرکین
مکّہ ششدر کرہکّے بکّے رہ گئے۔ حضور کے مواعظ حسنہ کا اہل مدینہ پر بے حد
اثر ہوا۔ اور ان میں سے چھ آدمی وہ مشرف باسلام ہوئے کہ
جنہوں نے مدینہ کے یہودیوں سے سن رکھا تھا کہ عنقریب ایک
نبی پیدا ہونے والا ہے جو حضرت موسٰے علیہ السّلام کا مثیل
اور صاحب شریعت ہو گا جس کے تابع ہم لوگ ہو کر منکران دین
پر فتح و نصرت حاصل کریں گے۔ غرضیکہ یہ لوگ نخلستانِ مدینہ کے
خوش نصیب باشندوں کے لئے اپنے ہمراہ یہ مژدہ جانفزا
لینے گئے کہ خاص مکہ میں .... ایک نبی پیدا ہوا ہے۔ جو اپنی
بعثت کی غرض یہ بتاتا ہے کہ تمام بندگان خدا کو خدائے واحد
کی پرستش پر قائم کروں۔ یہ سنتے ہی جناب رسالتماب اور دین
متین کا چرچا وہاں عام طور پر ہونے لگا۔ چنانچہ کوئی گھر اور
کوئی مجمع اور کوئی صحبت ایسی نہ تھی کہ جہاں آپ کا ذکرِ خیر

نہ ہوتا ہو ٭

نبوت کے بارھویں سال پانچ آدمی اُن نو مسلم اشخاص میں سے اور ساٹھ قبیلہ اوس خزرج کے مکّہ میں آئے اور حضور علیہ السّلام کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر یہ ساٹھ شخص بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے اور آپ سے بیعت میں عہد کیا کہ ہم اللہ کیساتھ کسی چیز کو شریک نہ گردانینگے۔ نہ چوری اور نہ زنا کریں گے۔ اور نہ ہی قتل اولاد کے مُرتکب ہونگے۔ یعنی نہ تو اُن کو بتوں پر بھینٹ چڑھائیں گے اور نہ بوجہ غیرت یا افلاس قتل کریں گے۔ اور غیبت اور بدگوئی سے پرہیز کریں گے اور ہر امر میں خدا اور رسول کے تابع رہیں گے۔ اور رنج و راحت میں مسلمانوں کے شریک حال ہوں گے۔ پھر حضور علیہ السّلام نے انکی درخواست کے موجب اسلام کی تعلیم کے واسطے حضرت مصعب بن عمیر کو اُن کے ہمراہ کر دیا۔ مدینہ منوّرہ میں کلام الٰہی کے وعظ اور اسلام کی اشاعت نے ایسا اثر کیا کہ بہت سے لوگوں نے شرک اور بت پرستی سے تائب ہو کر اسلام قبول کیا۔ اور مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جماعت بن گئی۔

نبوت کے تیرھویں سال ایام حج میں مصعب بن عمیر مع بہت سے مسلمانوں کے واپس مکہ میں آئے اور حضور علیہ السّلام کی زیارت

سے مشرف ہوئے اور مدینہ والوں میں سے بہتر مردوں اور دو عورتوں نے اسلام قبول کیا۔ اور ان سب نے حضور ہادیٔ اسلام کے دست مبارک پر بیعت کی اور عرض کیا کہ اگر حضور اور حضور کے اصحاب ہمارے شہر میں رونق افروز اور وہاں قدم رنجہ فرما کر ہم کو سرفرازی بخشیں تو ہم سب حضور کی خدمت گزاری اور اطاعت میں کسی قسم کی کمی نہ کریں گے اور اگر حضور کا کوئی دشمن مدینہ پر چڑھ کر آئیگا تو ہم اُس کے دفعیہ کے لئے اپنی جان تک لڑا دیں گے اور اصحاب رسول اللہ صلعم کو اور خود رسول کریم کو ہر قسم کی امداد اور حتے الوسع آرام دے کر انصار اللہ میں داخل ہونا دل و جان سے چاہتے ہیں۔

اس گفت و شنید کے بعد حضور ہادیٔ اسلام نے اُن ہی لوگوں میں سے بارہ آدمی اُن کے قبیلہ کی ہدایت کے واسطے اس طرح منتخب کئے کہ جس طرح حضرت موسےٰ علیہ السّلام نے اپنی قوم میں سے بارہ آدمی مقرر فرمائے تھے اور عیسےٰ علیہ السّلام نے اپنے بارہ حواری تجویز کئے تھے۔ اس بیعت ثانیہ اور نبوت کے بارھویں سال جو بیعت ہوئی تھی اُس کو بیعت اُولےٰ کہتے ہیں۔

ان دونو بیعتوں کے درمیان جو زمانہ گزرا وہ ان زمانوں سے

بھی سخت اور شدید تر تھا جواب تک آپ پر نہایت سخت بارہ سال گزر چکے تھے اور اِس سختی اور صعوبت کے مقابلہ میں حضور ہادیٔ اسلام علیہ السلام سے جو صبر۔ توکل۔ ثبات ظہور پذیر ہُوا ہے۔ اس کے متعلق مخالف اسلام سر ولیم صاحب لکھتے ہیں کہ "پیغمبر اسلام اس طرح سے دشمنوں کے نرغے میں گھرے ہُوئے تھے اور فتح مبین کے منتظر تھے اور ظاہرا بے یار و مددگار تھے اور اُن کے اصحاب کا چھوٹا سا گروہ گویا شیر کے مُنہ میں تھا۔ تاہم اُن کو اس قادر مطلق پر پورا بھروسہ تھا جس کا رسول صلعم وہ اپنے تئیں سمجھتے تھے اور اُن کے پائے ثبات و استقلال میں سر مو لغزش واقع نہ ہوئی تھی۔ غرض اس مصیبت و تنہائی میں وہ ایسے عالی مرتبہ و جلیل الشان معلوم ہوتے ہیں کہ کتب مقدسہ سماویہ میں اُن کا کوئی عدیل و نظیر دکھائی نہیں دیتا"

الغرض مشرکین مکہ کی آتش کینہ و فساد آتش دوزخ سے بھی زیادہ شعلے مار رہی تھی اور مسلمانوں کو مکّہ میں کسی جگہ پناہ نہیں ملتی تھی آخر حضور ہادیٔ اسلام علیہ السّلام نے مجبور ہو کر اُن جو ایذا رسانی کُفّار سے بہنچی بہت تنگ تھے مدینہ کو ہجرت کر جانے کی اجازت دی اور جوں جوں جس طرح جس کسی کو موقع ملا آہستہ

چلتے گئے۔ اس طرح مکہ کے گھر کے گھر ویران اور غیر آباد ہو کر سنسان اور ہو کا مکان ہو گئے۔

جب حضور علیہ السّلام کے جاں نثار صحابہ کرام ایک ایک دو دو تین تین کر کے مدینہ کو چلے گئے تو کفار اور مشرکین مکہ کو یہ اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو محمد (صلعم) بھی مکہ سے چلے جائیں اور پھر کبھی قابو میں نہ آ سکیں۔ اس لئے بہتر ہے کہ کوئی ایسی تجویز کی جائے جس سے ہمیشہ کے لئے یہ بکھیڑا ہی پاک ہو جائے آخر اُنہوں نے ایک اہم جلسہ کر کے ابو جہل ملعون کی تجویز سے سب نے اتفاق کیا کہ ...... قریش کے تمام قبائل میں سے ایک ایک یا دو دو آدمی منتخب ہوں اور رات کو سب مجمع ہو کر محمد (صلعم) کے مکان میں یکدم گھس کر اس کو اس طرح قتل کر دیں کہ جس سے کسی خاص شخص پر قتل کا الزام نہ آئے۔ جب مشرکین مکہ منصوبہ گانٹھ کر قتلِ حضور کی ایک رات تجویز کر چکے۔ اور اس نالائق کام کے لئے ہر ایک قبیلہ سے آدمی بھی منتخب ہو چکے تو اُس محافظِ حقیقی نے اپنے پیارے نبی کو اُن کے فاسد ارادہ سے فوراً اطلاع دے دی۔

جب حضور علیہ السّلام بذریعہ الہام اس خوفناک ارادہ سے آگاہ ہو گئے تو آپ نے اپنے دو جاں نثار صحابہ کو مطلع کیا۔ جن میں سے

حضرت علیؓ نے بستر نبوی پر بحکم رسولؐ سونا قبول کیا۔ اور ...... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو حضورؐ اپنے ہمراہ لے کر عین اُس وقت نکلے کہ جب کفار خانہ نبوی کو چاروں طرف گھیرے ہوئے تھے۔ تاہم رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم ایک کھڑکی سے خفیہ نکلے اور مشرکین کور باطن کی ظاہرہ آنکھوں میں بھی خاک ڈال کر چلے گئے۔ اَور یہ وعدۂ الٰہی کامل طور پر پورا ہؤا کہ "اللہ بچالیگا تجھے لوگوں کے گزند سے"۔

غرضیکہ حضور علیہ السّلام اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ پاپیادہ گھر سے نکل کر غار ثور کی جانب چلے۔ نعلین مبارک پائے نازک سے اُتار لیں اور انگلیوں کے بل اس خیال سے چلتے تھے کہ نشان قدم معلوم نہ ہوں۔ اس طرح کچھ دور چلنے سے محبوب پاک کے پائے مبارک سنگریزوں سے زخمی ہوگئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس شہنشاہ بحر و بر سیّد المرسلین کو اپنے کندھوں پر اُٹھالیا۔ جب غار پر پہنچے تو پہلے حضرت ابوبکر نے اندر جاکر غار کو صاف کیا پھر غار کے اندر محبوب پاک کو لے لئے۔ حضور علیہ السّلام رات بھر کے جاگے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے زانوئے مبارک پر سر

رکھ کر کچھ دیر کے واسطے آرام فرما ہو گئے۔ اس اثناء میں کسی سوراخ سے نکل کر ایک سانپ نے حضرت ابوبکرؓ کے پاؤں میں کاٹا۔ باوجودیکہ سانپ کی اس نیش زنی نے حضرت ابوبکرؓ رضی اللہ عنہ کو بیتاب کر دیا۔ مگر اس خیال سے کہ مبادا محبوب خدا کے آرام میں خلل واقع ہو۔ اف تک نہیں کی اور جیسے بیٹھے تھے بدستور بیٹھے رہے۔ جب حضور علیہ السلام بیدار ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سانپ کے کاٹنے کا واقعہ معلوم کر کے نہایت ہمدردی اور شفقت فرمائی اور جہاں سانپ نے کاٹا تھا وہاں اپنا لعاب دہن لگا دیا۔ جس سے اثر زہر فوراً دفع ہو گیا۔ پھر کچھ دیر کے لئے حضرت ابوبکرؓ نے آرام کیا اور آپ نگراں رہے۔

حضور علیہ السلام کے دولت خانہ سے باہر نکل جانے کے بعد جو کفّار خانہ اقدس کو گھیرے ہوئے تھے۔ قتل رسول کریم کے ارادہ سے اندر گھس آئے۔ لیکن دیکھا کہ بستر پر حضرت علیؓ لیٹے ہیں۔ انکی بے جاں نثاری اور صبر و استقلال دیکھ کر اُن خونیوں کو بھی رحم آ گیا۔ اور ان کو زندہ چھوڑ کر حضور ہادئے اسلام علیہ السلام کی تلاش میں نکلے۔

مشرکین مکّہ نے حضور ہادیٔ اسلام علیہ السّلام اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی گرفتاری کے لئے ایک سو اونٹ انعام مقرر کر کے اعلان کر دیا کہ جو شخص محمد (صلعم) اور ابوبکر (صدیق رضؓ) کو گرفتار کر کے لائیگا اُس کو ایک سو اونٹ انعام میں چندہ کر کے دیئے جائیں گے۔ چنانچہ اس طرح بہت سے مشرکین حضور علیہ السّلام کی تلاش میں نکلے۔ اور کچھ لوگ غار ثور تک بھی پہنچ گئے۔ لیکن وہ اس بات کو باور نہ کر سکے کہ ایسے تنگ مُنہ کی غار میں ایک آدمی کا جسم بھی سما سکتا ہے۔ حالانکہ حضور علیہ السّلام اور حضرت ابوبکر رضؓ اس وقت اس غار میں موجود تھے۔

علاوہ ازیں قدرت ایزدی نے اپنا ایک اور کرشمہ دکھایا کہ جس وقت حضور علیہ السّلام اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ غار کے اندر داخل ہو گئے تو اُسی وقت مکڑی نے حکمِ خُدا سے دہانہ غار پر جالا تن دیا۔ اور ایک تیتری نے اُس پر انڈے دے دیئے کفار نے سمجھا کہ اس کے اندر کوئی آدمی جا ہی نہیں سکتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے غار کے اندر سے مشرکین کو دیکھ لیا۔ اور حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ یا حضرت قریب ہے کہ

کافر ہم کو دیکھ پائیں حضور نے بڑی دلبری اور استقلال کے ساتھ فرمایا کہ

"غم نہ کھاؤ اللہ ہمارے ساتھ ہے وہ ہمیں بچالیگا"

غرضیکہ حضور علیہ السلام متواتر تین دن تک غار ثور میں مقیم رہے۔ پھر اس کے بعد سواری کا سامان بہم پہنچے پر غار سے باہر نکلے اور مدینہ کی طرف اس صورت سے چلے کہ تعاقب اور گرفتاری کے ڈر سے مقررہ راستہ سے علیٰحدہ علیٰحدہ کترا کر چلتے تھے۔ تاہم متلاشیوں میں سے ایک کافر سراقہ بن مالک مدینہ کی راہ سے سو اونٹ کی طمع سے آپ کے نہایت قریب پُہنچ گیا۔ مگر حضور کی بد دعا سے اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھس گئے۔ اور وہ خاک پر سر کے بل گر پڑا اور اُس کو معلوم ہؤا کہ یہ آپ کی ہی بد دُعا کا اثر ہے تو فوراً حضور علیہ السلام سے عفوِ تقصیر کا خواستگار ہؤا۔ تب اُس کا گھوڑا زمین سے نکلا۔ یہ شخص کچھ عرصہ کے بعد مسلمان ہو گیا ۔

جس وقت حضور ہادیٔ اسلام علیہ السلام مدینہ کے قریب پہنچے تو دور سے دیکھ کر سب سے پہلے علامات مندرجہ کتب کی رو سے ایک یہودی نے آپ کو پہنچانا۔ تو جھٹ تیرا قران شریف میں ہے

"جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو (حضور ہادیٔ اسلام کو) اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو"

۲۲ جون ۶۲۲ء کو جبکہ نہایت شدت سے گرمی پڑ رہی تھی اور لوئیں شعلہ فشاں اخگر ریزی کا کام کر رہی تھیں۔ اور زمین کی طپش اور آفتاب کی تمازت سے زمین و آسمان تک کرۂ نار یا تنورِ آتشیں بنا ہوا تھا۔ حضور ہادیٔ اسلام نے اپنی سواری کے ناقہ سے اتر کر مدینہ طیبہ کی مقدس زمین کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے برکت اور سرفرازی بخشی جہاں حضور علیہ السلام نے اوّل اپنا قدم مبارک رکھا وہ وہی زمین مقدس ہے جہاں اب مسجد قبا موجود ہے۔

حضور کے معتقدین نے جب آپ کی آمد کی خبر سُنی تو اُنھوں نے اپنے پیارے ہادی کا بڑی دھوم و دھام سے استقبال کیا اور نہایت تعظیم و تکریم شاہانہ سے پیشوائی کر کے شہر کے اندر لے گئے اور ہر شخص کی یہی تمنّا اور یہی آرزو تھی کہ یہ عظیم الشان مہمان میرے ہی گھر مہمان ہو۔ تاکہ اس میزبانی میں سعادت دارین حاصل کروں۔ حضور ہادیٔ اسلام نے اپنے جاں نثاروں میں سے ایک پر دوسرے کو ترجیح دے کر کسی کے گھر مہمان ہونا

گوارا نہیں فرمایا۔ کیونکہ اس صورت میں عام دلشکنی ہوتی جو خلقِ محمدی کے خلاف تھی اس لیئے آپ نے یہ فیصلہ کر دیا کہ جہاں ہماری سواری کا ناقہ خود بخود جا کر بیٹھے گا اور وہاں سے جس کسی کا بھی گھر قریب ہے پہلے ہم اُس کے ہاں ٹھہریں گے۔ چنانچہ اُونٹنی وہاں جا کر بیٹھی جہاں اب مسجد نبوی ہے۔ اور چونکہ یہاں سے خالد بن یزید معروف بہ ابو ایوب انصاری کا مکان نہایت نزدیک تھا۔ اِس لئے حضور ہادیئے اسلام اُس کے مکان میں جلوہ افروز ہوئے ؂

آمدِ محبوب ربّ العٰلمین کی خوشی میں انصار رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی لڑکیوں نے کچھ عربی نعتیہ اشعار نہایت ذوقِ قلب اور خوش الحانی سے پڑھے اور ہر چہارِ سمت تہنیت و مبارک باد کا غلغلہ تھا اور مہاجر و انصار محبوب پاک کے دیدار فرحت آثار سے مشرف ہو کر.... اپنے اپنے جاموں میں پھولے نہ سماتے تھے۔ یہ بھی ایک عجیب محظوظ کن سماں اور دِلکش نظارہ تھا کہ مہاجرین اور انصار کے چہروں پر یا تو اپنے پیارے اور سچے ہادی کی طرف سے مایوسی کے آثار ہویدا تھے یا معاً اپنے مولا و ہادی کی صورت

دیکھتے ہی اُن کے دلوں میں نورِ ایمان چمکا اور آپ کی شعاعوں سے ہر ایک کا چہرہ چمکنے لگا۔ اور ہر ایک صورت چودھویں رات کا چاند نظر آتی تھی ٭

حضور ہادیٔ اسلام کے مدینہ شریف تک صحیح و سلامت پہنچ جانے اور کفار کے منصوبے بیکار جانے کے متعلق خداوند تبارک و تعالےٰ اپنے رسول پاکؐ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے ترجمہ

"جب کہ کافر لوگ تیری نسبت منصوبے باندھ رہے تھے کہ تجھے قید کر دیں یا وطن سے نکال دیں یا قتل ہی کر دیں اور وہ اپنے منصوبے باندھ رہے تھے اور خدا بھی اپنی تدبیر کر رہا تھا اور خدا کی تدبیر سب پر غالب آئی وہ سب سے بڑا تدبیر والا ہے"٭

اہل مدینہ کا قبول اسلام

اور

معاہدۂ یہود

مدینہ منورہ میں حضور ہادیٔ اسلام ۔۔۔۔ کے تشریف فرما اور رونق افروز ہونے پر کثرت سے اہل مدینہ حضور کی زیارت

کے لئے حاضر ہوئے۔ انہی میں عبداللہ بن سلام بھی علمائے یہود میں سے ایک جلیل القدر فاضل کتب سماویہ تھے وہ محبوب پاک کا روئے مبارک دیکھتے ہی بے اختیار پکار اُٹھے کہ

لیس بوجہ الکذّاب

یہ چہرہ جھوٹوں کا نہیں معلوم ہوتا۔ اور کچھ سوال و جواب کرنے کے بعد عبداللہ بن سلام اور تمام حاضرین نے حضور علیہ السّلام کے دعوائے مثیل موسےٰ ہونے کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لائے۔ ان سابق الایمان اہل مکہ کی خداوند کریم قرآن مجید میں جا بجا تعریف فرماتے ہیں ؛

اس مجمع میں سلمان فارسی بھی (جنہوں نے اہل کتاب سے اس نبی موعود کی بعثت کی خبر سُن رکھی تھی) موجود تھے وہ بھی حضور فخر المرسلین پر ایمان لائے مگر اکثر یہودی باوجودیکہ حضور علیہ السّلام کا بعثت سے قبل آپ کی بشارات کتب مقدسہ میں سے پڑھ کر عوام میں علانیہ بیان کیا کرتے تھے۔ لیکن جب حضور خود مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے تو بغض و حسد و تعصّب اور نفسانیّت و حُبّ جاہ و ریاست اور دُنیا

کی محبت نے اُن کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا کہ وہ دولت ایمان سے ہی محروم نہیں رہے۔ بلکہ حضور ہادیٔ اسلام کی مخالفت میں سرگرم ہو کر اسلام کے برخلاف اُٹھ کھڑے ہوئے عبد اللہ بن ابیؔ کی تحریک سے جو مدینہ کی حکومت کا امیدوار تھا سب کے سب خفیہ شرارتیں کرنے لگے۔ یہ حال دیکھ کر حضور ہادیٔ اسلام نے ایک عام فرمان یہود کے نام جاری کیا۔ اِس لئے کہ یہود کو اپنے شخصی اور نوعی یا ملکی اور اپنے اعمال مذہبی کی نسبت ہمارے سبب سے جو خدشہ پیدا ہوا ہے۔ وہ اُن کے دلوں سے رفع ہو جائے اور اسلام کی روشنی بفحوائے لَاۤ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ اطمینان سے بیٹھے دیکھیں اس فرمان یعنی معاہدہ کے مضامین جو قواعد عامہ سیاستِ مدن اور حقوق و فرائض عباد اور مذہبی آزادی کے متعلّق ہیں اُن کو منتخب کر کے انہیں کا ترجمہ یہاں پر لکھا جاتا ہے ؎

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ فرمان محمدؐ رسول اللہ نے تمام مسلمانوں کو خواہ وہ اہل قریش سے ہوں خواہ اہل یثرب (یعنی سکنائے مدینہ) اور سب لوگوں کو خواہ کسی مذہب اور قوم کے ہوں جنہوں نے مسلمانوں سے صلح و آشتی

رکھی ہے۔ لکھ دیا ہے۔ صلح اور جنگ کی حالت سب مسلمانوں کے لئے عام ہوگی اور کسی مسلمان کو یہ اختیار نہ رہیگا کہ اپنے برادران اسلام کے خلاف دشمنوں سے صلح یا جنگ کرے یہود جو ہماری حکومت اسلامیہ سے تعلّق رکھتے ہیں۔ تمام ذِلّتوں اور اذیتّوں سے بچائے جائینگے اور ہماری امت کے ساتھ مساوی حقوق اُن کو ہماری نصرت وفتح اور حمایت وحسنِ سلوک کے حاصل رہینگے۔ یہود بنی عوف۔ بنی نجّار۔ بنی حارث بنی جحم۔ بنی غالب۔ بنی اوس۔ اور سب ساکنانِ یثرب مسلمانوں کے ساتھ مل کرایک قوم سمجھی جائیگی اور اپنے اعمال مذہبی کو ویسے ہی آزادی کے ساتھ بجالائیں گے جیسے مسلمان اپنی رسوم دینی کو ادا کرتے ہیں۔ یہود کی حفاظت وحمایت میں جو لوگ ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یا جو اُن سے دوستی رکھتے ہیں اُن کو بھی تحفظ اَور اَور آزادی حاصل رہے گی۔ مجرموں کا تعاقب کیا جائے گا اَور اُن کو سزادی جائے گی۔

یہود و مسلمان مدینہ کو سب دشمنوں سے بچانے میں کوشش کرینگے۔ اور تمام وہ لوگ جو اس فرمان کو قبول کرینگے۔ مدینہ میں محفوظ اور امن سے رہینگے مسلمانوں اور یہود کے دوستوں

اور آشناؤں کا بھی ویسا ہی اعزاز کیا جائیگا جیسا خود اُن کا کیا جائیگا۔ سب سچے مسلمان اُس شخص سے بیزار رہینگے۔ جو کسی گناہ یا ظلم یا نااتفاقی یا بغاوت کا مرتکب ہوگا اور کوئی شخص کسی مجرم کی حمایت نہ کریگا خواہ وہ کیسا ہی عزیز و قریب کیوں نہ ہو آئندہ جو تنازعات اُن لوگوں میں واقع ہونگے جو اِس فرمان کو قبول کرینگے۔ اُن کا فیصلہ خداوند عالم کے حکم کے موافق خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماوینگے "

گو شہنشاہِ بحر و بر حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پہلے منصب رسالت و نبوّت کی وجہ سے اپنی امت کے حاکم اعلےٰ تھے مگر اس فرمان اور عہد و پیماں کی وجہ سے آپ کو تمام اہل یثرب خواہ وہ مسلم ہوں خواہ غیر مسلم ہوں سب پر حکومت حاصل ہوگئی ؎

تعمیرِ مسجد نبوی

حضور ہادیٔ اسلام علیہ السلام نے مدینہ منورہ میں پہنچنے کے چند روز بعد مسجد نبوی اور بیت الشرف کی تعمیر کا ارشاد فرمایا۔ اور مہاجرین کی رہائش کے لئے مکانات تعمیر ہونے لگے۔

جس زمین پر مسجد نبوی بنی ہے وہ زمین دو بھائیوں کی ملکیت میں تھی۔ اُنہوں نے اپنی اس مملوکہ زمین کو مسجد کے واسطے ہبہ کرنا چاہا۔ مگر چونکہ وہ دونو بھائی یتیم تھے۔ اس لئے اُس نبئ رؤف ورحیم نے اُن کو وہی قیمت دی جو قرار پائی تھی۔ اس مسجد مقدس میں محبوب کبریا صلعم نے اپنے دستِ مبارک سے اسی طرح مدد دی جس طرح کعبہ کی تعمیر میں مدد دی تھی۔ عالم لوگوں کو طبعاً یہ خیال پیدا ہوتا ہوگا کہ جو مسجد اور مکانات شہنشاہ دوجہاں سردار انس وجان کے لئے تیار ہوئے وہ بڑے ہی پُرتکلّف اور عالی شان ہونگے مگر یہ مسجد مقدس کیا تھی؟ صرف ایک چبوترہ سا بنا کر اس پر کچی اینٹوں کی قد آدم ایک دیوار بنالی گئی تھی؟ جس کے سایہ میں نماز پڑھ لیتے تھے اور پھر کچھ دنوں کے بعد مسلمانوں کے عرض کرنے پر دھوپ سے بچنے کے لئے ستونوں کی جگہ کھجور کی لکڑیاں گاڑ کر اُس کے پتے اور گھانس پھونس ڈال ایک چھپر سا بنالیا تھا جس سے دھوپ کا تو کسی قدر آرام ہوگیا مگر بارش سے...... بچاؤ نہ تھا۔ اور اسی مسجد کی زمین کا ایک حصہ اُن نادار اور مفلس مسلمانوں کے

لئے جو اصحاب صفہ کہلاتے ہیں مخصوص کیا گیا تھا۔ حضور علیہ السّلام کے اس عالم ظاہری سے تشریف لے جانے کے وقت تک مسجد نبوی کی صورت ایسی ہی تھی کہ اُس میں بغیر فرش کے زمین پر اور کبھی ستونوں کے سہارے کھڑے ہو کر حضور ہادیئے اسلام علیہ السّلام طالبان حق کو وعظ و نصیحت اور دین الٰہی کی تعلیم فرمایا کرتے تھے ؛

اذان کا تقرر

تعمیر مسجد کے بعد اس بات کا وقت آیا کہ اسلام کے فرائض و ارکان محدود اور معین کئے جائیں کیونکہ مکّہ معظمہ میں جان کی حفاظت ہی بڑا فرض تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اب تک روزہ زکوٰۃ نماز جمعہ۔ نماز عیدین۔ صدقہ فطر۔ کوئی امر ظہور پذیر نہیں ہوا تھا۔ نمازوں میں بھی یہ اختصار تھا کہ مغرب کے سوا باقی نمازوں میں صرف دو دو رکعتیں تھیں۔ یہاں تک کہ نماز کے اعلان کا طریقہ بھی معین نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے حضور علیہ السلام نے اذان کا انتظام کرنا چاہا یہودیوں اور عیسائیوں کے یہاں اعلان نماز کے لئے بوق۔ ناقوس۔ ترہئی۔ اور گھنٹے

گھنٹیاں گرجوں اور بتخانوں میں بجائے جانے کا رواج تھا۔ اس لئے بعض صحابہ نے بھی رائے دی کہ انہیں باجوں میں سے کوئی باجہ پسند کر کے آپ اعلانِ نماز کے واسطے مقرر فرمادیں مگر ایسی مکروہ آوازوں سے حضور علیہ السلام کو پہلے ہی سے نفرت تھی۔ اور آپ اس فکر میں تھے بہرحال یہ مسئلہ زیر بحث تھا۔ اور کوئی رائے قرار نہیں پائی تھی۔ کہ حضرت عمرؓ حضور نبویؐ میں حاضر ہوئے۔ اُنہوں نے عرض کی کہ ایک آدمی کیوں نہ مُقرر کیا جائے کہ جو کھڑا ہو کر اعلانِ نماز کیا کرے حضور ہادیٔ اسلام نے اس تجویز کو پسند کیا اور معاً حضور کی زبان فیض ترجمان پر الہاماً اذان کے متبرک الفاظ جاری ہوئے اور آپ نے حضرت بلال رضؓ کو جو نہایت بلند آواز تھے حکم دیا کہ وہ مسجد نبویؐ کے چبوترے پر کھڑے ہو کر اذان کے کلمات طیبات سے اعلان نماز کر دیا کریں +

مدینہ منوّرہ میں سب سے پہلا خطبہ

حضور ہادیٔ اسلام علیہ السلام نے ایک دن جمعہ کے روز منبر پر کھڑے ہو کر مسجد اقدس میں فرمایا کہ اے لوگو پیشتر

اس کے کہ تم اس دُنیا کو چھوڑو اپنے لیۓ اعمالِ صالحہ کا ذخیرہ آگے بھیجو۔ یقیناً جان لو قسم ہے خدا کی کہ ضرور ہی تم میں سے ہر ایک شخص ہولناک مصیبت میں مبتلا ہونے والا ہے اور بے شک دُنیا کو اس طرح چھوڑنے والا ہے۔ جیسے کوئی اپنی بکریوں کو محافظ کے بغیر چھوڑ دے اور بے شک خدا ہر ایک سے ایسے طور پر کہ نہ تو اس کے لئے کوئی ترجمان ہوگا۔ اور نہ روک ٹوک کرنے والا دربان۔ یعنی رو برو پوچھیگا کہ ہمارا کوئی پیغمبر تیرے پاس نہیں آیا تھا اور اُس نے ہمارے احکام تجھ کو نہیں پہنچائے تھے اور ہم نے تجھ کو بہت سا مال نہیں بخشا تھا (تا کہ ہماری راہ میں دے) اور اپنا فضل و احسان تجھ پر نہیں کیا تھا۔ (تا کہ اپنے بنی نوع کے ساتھ مہربانی اور نیکی سے پیش آئے) پس بتا کہ تو نے کیا چیز اپنے لئے آگے بھیجی تھی۔ پس اُس وقت انسان اپنے دائیں بائیں دیکھیگا اور کوئی چیز دکھائی نہ دے گی جس کو بتا سکے پھر سامنے کی طرف نظر کریگا۔ اور اُدھر بھی جہنم کے سوا کچھ نظر نہ آئیگا۔ پس جس سے ہو سکے اپنے تئیں اُس آگ سے بچائے۔ ....

....

خواہ کھجور کے دانہ کا ایک ٹکڑا ہی خدا کی راہ میں دے کر کیوں نہ بچائے اور جس کو اتنا بھی مقدور نہ ہو کسی کے حق میں کوئی کلمۂ خیر ہی کہدے کیونکہ بے شک آخرت میں ایک نیکی کا بدلہ دس گنا بلکہ سات سو گنا تک دیا جائیگا۔ خدا کی سلامتی اور برکت اور رحمت تم پر ہو+

غزوات یا جہاد کا آغاز

جب حضور ہادیٔ اسلام نے مدینہ منورّہ کو ہجرت کی اور وہاں خاصی کامیابی حاصل ہوئی اور آپ کے معتقدین کی جماعت دن بدن ترقی کرتی چلی گئی تو قریش مکّہ کو خیال پیدا ہوا کہ اگر مسلمانوں کا جلد ہی انسداد نہ کیا گیا تو وہ زیادہ زور پکڑ کر غالباً مکّہ پر حملہ آور ہونگے۔ اور پھر ان کی چوٹ کو اہل مکّہ نہ روک سکینگے اس لئے مناسب ہے کہ خود پیش قدمی کر کے دارالنبوت (مدینہ منورّہ) کا محاصرہ کرلیں اور مسلمانوں کا سر کچل کر اسلام کو نیست و نابود کر دیا جائے۔ اس خیال خام کی بنا پر انہوں نے مدینہ منورّہ پر حملہ کی طیّاریاں کر دیں۔ اور پانچ سو آدمیوں کی جمعیّت سے سیف البحر اور مقام رابغ پر جا کر ڈیرے ڈال دیئے ادھر حضور ہادیٔ اسلام علیہ السّلام بھی کفار مکّہ کے بد

ارادہ سے بے خبر نہ تھے اس لئے اُن کے حالات اور خیالات دریافت کرنے کے لئے آپ نے اپنے آدمی روانہ فرمائے تو اِن کو میدان رابغ اور میدان سیف البحر میں کُفّار مکّہ کے سوار نظر آئے اِس لئے حضور علیہ السّلام کو یقین ہو گیا کہ مکّہ کے کافر ہم کو کبھی چین نہیں لینے دینگے اور ساتھ ہی خداوند تبارک و تعالےٰ نے بھی آپ کو الہاماً فرما دیا کہ

ترجمہ "اہل مکّہ تم سے لڑتے ہی رہینگے یہاں تک کہ تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں۔ اگر اُن سے ممکن ہوا"

چنانچہ ایسا ہی ہوا یعنی آپ کے الہام کے تھوڑے دنوں کے بعد کرز بن جابر فہمیری مکہ کے ایک کافر نے موقع پا کر مدینہ کی چراگاہ سے اہل مدینہ کے اونٹ چھین لئے جب حضور علیہ السّلام کو یہ معلوم ہوا تو آپ نہایت رنجیدہ ہُوئے اور آپ نے چاہ بدر تک اس کا تعاقب کیا۔ مگر غنیم دور نکل گیا تھا۔

جنگ نخلہ ماہ رجب ۲ھ

ایک قافلہ مکّہ والوں کا جو شام کو گیا ہُوا تھا وہ عنقریب واپس

آنے والا تھا اس لئے حضور علیہ السّلام کو یہ فکر ہوئی کہ ایسا نہ ہو
کہ کُفّار مکہ مدد قافلہ کا بہانہ کر کے پھر مدینہ پر حملہ کریں۔ اس لئے
آپ نے پہلے تو سعد بن ابی وقاص کو دشمنوں کے حالات
دریافت کرنے کے لئے بھیجا اور جب اُن کو کچھ پتہ نہ معلوم
ہوا تو عبداللہ بن جحش کو مع دس بارہ آدمیوں کے دشمن کے
دریافتِ حالات کے لئے بھیجا۔ عبداللہ بن جحش مقام نخلہ میں
پہنچے تو اُنہوں نے دیکھا کہ کُفّار مکہ کا قافلہ سامنے سے آرہا ہے
عبداللہ بن جحش نے اس خیال سے کہ کرز بن جابر فہمیری ابھی
تھوڑا عرصہ پہلے اہل مدینہ کے اونٹ لے گیا تھا اور پھر یہ قافلہ
سلامت مکہ میں چلا گیا تو مسلمانوں کی کمزوری اہل مکہ کے دلوں
میں بیٹھ جائیگی۔ اور ناحق اُن کی دلیری کا باعث ہوگی۔ اور
دشمنانِ دین کو مدینہ پر حملہ کرنے کی مزید قوت حاصل ہوگی قافلہ
میں سے ایک آدمی کو مار ڈالا اور باقی اہل قافلہ کو قید کر کے مدینہ
میں مع مال و اسباب کے لائے یہ معاملہ مکہ والوں کی بدسلوکیوں
اور زیادتیوں کے مقابلہ میں کچھ مطابقت بھی نہ رکھتا تھا۔ تاہم
حضرت صلعم نے باقتضائے شان رحمت عبداللہ کی یہ کارروائی
ایک قسم کی زیادتی خیال فرما کر بہ نظر حقارت دیکھا اور قیدیوں کو

مع مال و اسباب کے واپس کر دیا۔ اور مقتول کا خون بہا اُن کے حسب دلخواہ دے کر رخصت کیا۔ یہ منصفانہ طریقہ اس نبیٔ رؤف و رحیم کا واقعی اس قابل تھا کہ اُس کے اثر سے اُن کے دل متأثر ہو کر حضور علیہ السّلام کی رحمدلی کی قدر کرتے اور اپنی بدسلوکیوں پر نادم اور شرمندہ ہوتے۔ مگر شرک کا جن کے دلوں پر پردہ ہُوا ہو۔ وہ ایسی نیک باتوں کو خیال میں نہیں لاتے غرضیکہ کُفّار مکّہ ناحق انتقام کی تجاویز سوچنے اور بہانہ ڈھونڈنے لگے اور خواہ نخواہ اس بات کے درپے ہوئے کہ کسی نہ کسی طریقہ ممکن سے شارع اسلام اور اسلام کا خاتمہ کر دیں۔

غزوہ بدر

انہیں ایّام میں ایک قافلہ مشرکین مکّہ کا ملک شام سے آرہا تھا۔ جس میں اندازاً ۴۰ آدمی تھے اور قافلہ سالار ابوسفیان تھا۔ کُفّار مکّہ کو یہ موقع ہاتھ آیا کہ اُنھوں یہ حیلہ تراش کر کہ اگر ابوسفیان کے قافلہ کی مدد کی جائے گی۔ تو مسلمان لوٹ لینگے۔ عام لوگوں کو ابھارا اور بھڑکایا اگرچہ کُفّار کی یہ حیلہ سازی بالکل ایک افترا۔ اور غلط افواہ تھی۔ مگر اس حیلہ کُفّار کی حیلہ سازی

ٹھہرایا غلط تھی۔ . . . . مگر اس حیلہ نے گویا آگ پر تیل کا کام دیا کہ قافلہ کے بچاؤ کے بہانہ سے فوراً قریش کا ایک زبردست لشکر جمع ہو گیا۔ جس میں ایک ہزار خونخوار جنگی سوار تھے جن میں سے ایک سو کے پاس عمدہ عربی جنگ آزما گھوڑے اور باقی کے پاس سواری اور بار برداری کے سات سو اونٹ تھے یہ سارا جرار لشکر مکّہ سے مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے چل پڑا۔ اُس وقت مدینہ منوّرہ میں بھی حضور ہادی اسلام علیہ السّلام کو یہ خبر پہنچی۔ یہ بہت ہی بُرا اور نازک وقت تھا کہ اگر ایک ہزار سواروں کا لشکر . . . . . . مدینہ کی دیواروں تک پہنچ جاتے تو اُن کی مدافعت کرنی غریب مسلمانوں کے لئے مشکل ہو جاتی کیونکہ مہاجرین غریب الوطن تو ابھی تھوڑے ہی عرصہ سے مدینہ میں وارد ہوئے تھے کہ جو ابھی تک اپنے لئے جائے سکونت اور سامان خانہ داری بھی بہم نہ پہنچا سکے تھے۔ ایک فاقہ مستی کی حالت میں وقت بسر کر رہے تھے۔ جن لوگوں نے مہاجرین کو پناہ دی اور جو انصار کہلاتے تھے۔ اُن کی حالت بھی بوجہ مہمان نوازی کے خرچ کی مقدار دو چند ہو جانے سے نازک ہو چکی تھی ؂

اور منافقین کا الگ خدشہ و خطرہ تھا۔ اور معاہدہ یہود کا بھی
کوئی بھروسہ اور اعتبار نہیں تھا۔ علاوہ ان سب مخدوش حالات
کے ایک بہت بڑا کھٹکا یہ لگا ہوا تھا کہ جب اہل مدینہ یہ حالت
دیکھتے کہ ان نووارد مہاجرین کی وجہ سے مدینہ پر یہ آفت
آئی کہ غنیم قریش نے ان کو گھیر لیا ہے۔ تو یقیناً ان سب
کی حالت بدل کر معاملہ دگرگوں ہو جاتا۔ اس لئے حضور ہادئے
اسلام علیہ السلام نے ایسی انجام بینی اور دور اندیشی کی کہ ایسے
خطرناک موقع پر مدینہ میں بیٹھا رہنا پسند نہیں فرمایا۔ اور اکثر
صحابہ کے خلاف حضور کی یہی رائے قرار پائی کہ مدینہ منورہ سے آگے
بڑھ کر کفار کا مقابلہ کیا جائے تاکہ جو کچھ فیصلہ حق و باطل میں
خدا کو کرنا منظور ہے وہ مدینہ سے باہر ہی ہو۔ چنانچہ حضور ہادئے
اسلام علیہ السلام اپنے جان نثار مہاجرین غریب الوطن اور
اور انصار کے بھوکے اور مفلس گروہ کو جو صرف ۳۱۳ آدمیوں
کا مجموعہ تھا ہمراہ لے کر تائید غیبی کے بھروسہ پر اتنے بڑے
جرار لشکر قریش کے مقابلہ میں حملہ روکنے کے لئے چل نکلے۔
اس مختصر سے اسلامی لشکر کی مالی حالت کا اندازہ اس سے
ہو سکتا ہے کہ ۳۱۳ آدمیوں میں صرف دو گھوڑے اور ۷۰
اونٹ تھے۔ اور جو خاص حضور اسلام کی سواری کا اونٹ تھا۔

اُس پر حضرت علی کرم اللہ وجہٗ اور زید حضور کا غلام باری باری سوار ہوتے تھے۔ جب وادی ذفران میں اسلامی فوج پہنچی تو معلوم ہوا کہ کفّار مکّہ کا وہ قافلہ جس کے بچاؤ کے بہانہ سے لشکر کفّار مکّہ سے نکلا ہے۔ وہ تو پہلے ہی سمندر کے کنارے کنارے چل کر مکّہ پہنچ گیا مگر لشکر قریش مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہونے کے ارادہ سے بڑھا آ رہا ہے تو حضور علیہ السّلام نے منزل بمنزل کوچ کرتے ہوئے چاہ بدر کے قریب ڈیرے ڈال دئیے۔ اور ابو جہل بھی اپنا خونخوار لشکر لے کر سامنے ہی خیمہ زن ہو گیا۔

ادھر حضور علیہ السّلام نے کفّار مکّہ کی کرّ و فرّ اور کثرت اور اپنے لشکر کی قلت اور بے سر و سامانی دیکھ کر مشورۃً اپنے جان باز اصحاب سے دریافت فرمایا کہ اس معرکہ میں جو بھی تم کو پیش آنے والا ہے تم سب کی کیا رائے ہے۔ اگر کسی شخص کا دل جنگ میں شریک ہونے سے ہچکچاتا ہے تو وہ بے شک واپس چلا جائے کوئی جبر نہیں ہے۔

غرضیکہ حضور ہادیٔ اسلام علیہ السّلام اپنے ۳۱۳ جاں باز سپاہیوں کو زیر کمان لیکر ہزاروں کفّار کے مقابل میں جا ڈٹے اور نعرۂ تکبیر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ سے گرد و نواح بدر کے دشت و جبل گونج

اُٹھے اور بہادرانِ اسلام بھوک اور پیاس کے صدموں سے ستائے اور اپنی اپنی جانوں سے ہاتھ دھوئے ہوئے لشکر کُفّار کی طرف للکارتے ہوئے اس طرح بڑھے اور دشمنانِ دین پر جاگرے۔ جس طرح کہ بھوکا شیر جھنجھلایا ہُوا ڈکار کر اپنے شکار پر جا پڑتا ہے۔ اس دھڑتے کے حملے کا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہے کہ پہلے ہی حملہ میں طرفین کے تیر ہی نہیں بلکہ نیزے تک بیکار ہو کر نوبت بہ شمشیر پہنچی اس جانبازی کے میدان میں گوحامیانِ اسلام نے نہایت شدت سے حملہ کیا اور اپنی جانوں پر کھیل گئے اور مشرکین کی مضبوط اور جمی ہُوئی صفوں کو توڑ ڈالا۔ مگر چونکہ کُفّار ایک بہت بڑی تعداد میں تھے اِس لئے حملہ آور اہلِ اسلام ان میں اس طرح مل گئے۔ جیسے آٹے میں نمک۔ اِس کثرت کی بنا پر اوّل تو خود ہی کُفّار کہ قوی دل ہو رہے تھے۔ اسلام کی عداوت اور ابوجہل وغیرہ کے (رجزیہ) اشعار نے اُن کو اور بھی ابھارا کہ اسی بدحواسی کی حالت میں ایک لمحہ کے لئے کچھ جھجک کر پھر سنبھلے اور ایک ایک مسلمان سے چار چار پانچ پانچ لپٹ گئے۔ اور کچھ دور نہیں تھا کہ اسلامی لشکر مغلوب ہو کر میدان ہستی سے نابود ہو جائے۔ یہ

نازک حالت دیکھ کر حضور ہادیٔ اسلام علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں دُعا فرمائی کہ اے ناصر و قوی ہم سے تیرا وعدہ نُصرت ہے اور آج حق و باطل کے فیصلہ کا دن ہے اے قادر مطلق اس چھوٹے سے گروہ کو قتل ہونے سے بچالے۔ یا اِلٰہی اپنا وعدہ نصرت پورا کر۔

اے حیّ و قیّوم اگر یہ مختصر سا اسلامی لشکر کُفّار کے ہاتھوں سے ہلاک اور قتل ہو گیا تو تیری خالص عبادت کرنے والا کوئی زمین پر باقی نہ رہیگا۔"

دُعا کے ساتھ ہی آپؐ نے کنکر اور ریت کی ایک مٹھی لیکر کُفّار کی طرف پھینکی یہ ایک مُٹھی ریت اور کنکر کی کُفّار کی آنکھوں کے سامنے ایک سخت غبار کا کام دے گئی کہ کُفّار آنکھیں ملتے بدحواس اور سراسیمہ ہو کر بھاگے ساتھ ہی بہادرانِ اسلام نے لپک کر اس زور شور سے حملہ کیا کہ کُفّار پر بدر کی وسعت کو تنگ کر دیا۔ لشکر کُفّار میں سے سّتّر قتل اور سّتّر اسیر ہوئے یوں قریش کی عظمت اور بہادری خاک میں مل گئی۔ مقتولین میں ابوجہل۔ عتبہ۔ شیبہ۔ اور بڑے بڑے رؤساءِ مکّہ تھے جن کے قتل ہونے سے قریش کا تمام زور ٹوٹ گیا اس معرکہ میں

مسلمانوں میں سے صرف ۱۴ آدمی شہید ہوئے۔ جن میں ۶ مہاجر اور ۸ انصار تھے۔ ان شہیدوں کو گنج شہدا میں دفن کر کے حضور علیہ السّلام بفتح و نصرت مدینہ منورہ میں واپس تشریف لائے۔ ان میں قریش کے اکثر بڑے بڑے معزز سردار مثلاً حضرت عباسؓ (حضرت نبی کریم کے چچا) حضرت عقیلؓ (برادرِ حضرت علی کرم) ابو العاص بن الربیعہ ولید بن الولید وغیرہ تھے۔

ان سرداروں کا ذلّت کے ساتھ گرفتار ہو کر آنا ایک عبرت خیز سماں تھا۔ جس نے مسلمانوں کے دل پر بھی خاص اثر پیدا کیا۔ یہاں تک کہ رسول اللہؐ کی زوجہ مبارکہ سودہ کی نظر جب ان پر پڑی تو بے اختیار بول اٹھیں کہ تم مطیع ہو کر آئے ہو۔ شریفوں کی طرح لڑ کر مر نہیں گئے۔

اسیروں کی نسبت یہ مسئلہ زیر بحث ہوا کہ ان لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ یہ لوگ اپنے ہی بھائی بند ہیں۔ اس لئے ان کا فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اسلام کے معاملہ میں رشتہ اور قرابت کو کچھ دخل نہیں۔ اور ان سب کو قتل کر دینا چاہیئے۔ مگر اس نبی رؤف و

رحیم نے شان رحمت کے اقتضا... سے حضرت ابوبکرؓ کی رائے پسند فرمائی اور سب کا فدیہ لے کر چھوڑ دیا قریش غزوۂ بدر میں شکست فاش کھانے کی وجہ سے سخت برہم ہو گئے اور پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ ابوسفیانؓ نے عہد کر لیا تھا کہ جب تک بدر کا انتقام نہ لے لونگا غسل نہ کرونگا۔

عکرمہ بن ابوجہل اور بہت سے سرداران قریش نے جا کر ابوسفیانؓ سے کہا کہ اگر تم تکالیف جنگ کے متحمل ہو جاؤ تو بدر کا انتقام ہم ابھی لے سکتے ہیں اس بات کو ابوسفیان نے قبول کیا اور اُسی وقت حملہ کی تیاریاں ہونے لگیں۔ کنانہ اور تہامہ کے تمام قبائل بھی اس میں شریک ہو گئے ابوسفیانؓ ان سب کا سپہ سالار بنکر بڑے ساز و سامان کے ساتھ مکہ سے روانہ ہُوا یعنی ۳ھ ماہ شوال بدھ کے روز مدینہ طیبہ کے نزدیک پہنچ کر کوہ اُحد کے نیچے ڈیرے ڈال دئیے۔

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی رائے تھی کہ مدینہ میں ہی ٹھیر کر قریش کے حملہ کو روکا جائے۔ لیکن صحابہ نے نہ مانا اور آخر مجبور ہو کر حضور علیہ السّلام جمعہ کے روز مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔ قریش کی تعداد تین ہزار تھی۔ جس میں دو سو سوار

اور سات سو زرہ پوش تھے۔ میمنہ کے افسر خالد بن ولید اور میسرہ کے عکرمہ بن ابو جہل تھے۔

اسلامی لشکر کی تعداد سات سو تھی جس میں سو زرہ پوش اور صرف دو سو سوار تھے۔ دامن کوہ اُحد میں دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے.... حضرت زبیر کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ اپنے لشکر کے عقب میں اس غرض سے متعین کیا تھا کہ اُس طرف سے کُفّار حملہ نہ کرنے پائیں۔

۷۔ شوال ہفتہ کے دن جنگ شروع ہوئی۔ حضرت حمزہ حضرت علی ابودجانہ بپھرے ہوئے شیروں کی طرح دشمن کی فوج میں گھس گئے۔ اور اُن کی صفوں کی صفیں الٹ دیں اور گھس کر کفار کو پراگندہ و پریشان کر کے فتح حاصل کی! اور اسلامی لشکر کے سب لوگ مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے تیر اندازوں نے بھی جو محافظ کے طور پر گھاٹی میں کھڑے تھے۔ اُنھوں نے سمجھا کہ اب معرکہ ختم ہو چکا ہے وہ بھی لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ تیر اندازوں کا ہٹنا تھا کہ خالد بن ولید نے دفعتہً عقب سے اس زور و شور کا حملہ کیا کہ مسلمان اس ناگہانی زد کو روک نہ سکے

اور ہکّا بکّا ہو کر رہ گئے۔ کفار نے رسول اللہ پر پتھروں اور تیروں کی بارش کی یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے اور پیشانی پر زخم آیا۔ اور مغفر کی کڑیاں رُخساروں میں چبھ گئیں اور انہی صدمات کے ساتھ حضور علیہ السّلام ایک گڑھے میں گر پڑے اور اپنے جان باز صحابہ کرام کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اس پریشانی کی حالت میں غل مچ گیا کہ رسول اللہ صلعم شہید ہو گئے اس افواہ نے مسلمانوں کے استقلال تزلزل اور پائے ثبات میں لغزش پیدا کر دی اور جو جہاں تھا وہیں کا وہیں۔ سراسیمہ ہو کر رہ گیا۔

جب حضورؐ کی شہادت کی خبر شہرت پذیر ہوئی تو کچھ لوگ تو ایسے حواس باختہ ہو کر بھاگے کہ مدینہ میں پہنچ کر انہوں نے دم لیا۔ . . . .

. . . . اور کچھ لوگ جان پر کھیل گئے اور لڑتے رہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے بعد زندگی بیکار ہے بعض نے مایوس ہو کر ہتھیار ڈال دئے کہ اب لڑنے سے کیا فائدہ ہے۔

قاضی ابو یوسف نے خود حضرت علی رضؓ کی زبانی روائت کی

ہے کہ انس بن نضیر میرے پاس سے گزرے اور مجھ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر کیا گزری میں نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ رسول اللہ صلعم شہید ہوئے۔ انس رضی نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شہید ہوئے تو ہوئے خدا تو زندہ ہے۔ یہ کہہ کر تلوار میان سے کھینچ لی اور اس قدر لڑے کہ ستر زخم کھانے کے بعد جام شہادت نوش فرمایا۔

جب حضور علیہ السّلام کا صحیح وسالم زندہ ہونا معلوم ہوا تو صحابہ کرام جس طرح سے جس کو موقع ملا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو گئے رسول کریم صلعم اپنے تئیں جاں باز صحابہ کے ساتھ پہاڑ کی بلندی پر تشریف لے گئے۔ یہ حال دیکھ کر خالد بن ولید ایک دستہ فوج کے ساتھ حضور علیہ السّلام کی طرف بڑھا۔ حضور علیہ السّلام نے خالد کو آتے دیکھ کر فرمایا کہ خدایا یہ لوگ یہاں تک آنے نہ پاویں حضرت عمر نے چند مہاجرین اور انصار کو ساتھ لے کر حملہ کیا۔ اور خالد اور خالد کی فوج کو پسپا کر دیا۔ ابوسفیان سپہ سالار قریش اس درہ کے قریب پہنچ کر جس میں حضورؐ مع تیس جان نثار صحابہ کے موجود تھے پکارا کہ اس گروہ میں محمدؐ ہیں یا نہیں آپ نے اشارہ سے فرمایا کہ

کوئی جواب نہ دے ابوسفیان نے پھر حضر ابوبکر و عمر کا نام لے کر پکارا کہ یہ دونوں اس گروہ میں ہیں یا نہیں جب کسی نے کچھ جواب نہ دیا تو اُس نے جانا کہ ضرور یہ لوگ مارے گئے ہیں۔ تو حضرت عمر رضؓ سے نہ رہا گیا اور کہا کہ او دشمنِ خدا ہم سب زندہ موجود ہیں ؂

ابوسفیان نے کہا کہ اعلےٰ اہبل ابت کا نام یعنے اے ہبل بلند ہو حضور ہادیٔ اسلام علیہ السّلام نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ جواب دو۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ اللہ اعلےٰ واجل یعنی خدا بلند و برتر ہے ؂

جنگ احد کے اختتام کے بعد کفار مکہ واپس جاتے ہوئے۔ آیندہ سال میں پھر بموقع بدر جنگ کرنے کا وعدہ کر گئے ؂

اللہ رے خلق محمدیؐ اور اُس نبیٔ رؤف و رحیم کا صبر و تحمُّل۔۔۔ کہ اِس جنگ میں کُفّار کے ظالم ہاتھوں سے حضور کے جسم اطہر پر بہت سے زخم آئے دندان مبارک شہید ہوئے۔ پیشانی پر زخم کاری لگا۔ کُفّار کی عورتوں نے آپ کی آنکھوں کے سامنے شہیدوں کے ناک۔ کان کاٹ کر ہار و پُہنچیاں بنائیں اور پہنیں اور ہندا زوجہ ابوسفیان نے حضرت حمزہ سیّد الشہداء کا سینہ چھری سے

چاک کرکے اور کلیجہ باہر نکال کر دانتوں سے چبایا۔ مگر حضور نے ان کے حق میں یہی فرمایا کہ اللہ میری قوم کو سوجھ دے کہ وہ جانتے نہیں۔ اپنی جہالت سے ایسا کر رہے ہیں ۔

غزوۂ بنی نضیر

ربیع الاوّل ۴ھ کو حضور ہادئے اسلام مع چند صحابہ کرام کے قبیلہ بنی نضیر کے یہود کے ہاں اس غرض کے لئے تشریف لے گئے کہ انہوں نے معاہدہ کے موافق جنگ احد میں مسلمانوں کو مدد کیوں نہیں دی اور اب ایک کام میں وہ مسلمانوں کے ساتھ شامل ہونا چاہتے ہیں یا نہیں۔ مگر یہ لوگ مسلمانوں کی روز افزوں ترقی دیکھ کر اندر ہی اندر جل رہے تھے۔ اس لئے گو انہوں نے بظاہر حضور علیہ السّلام کی تعظیم و تکریم کر کے ایک مکان میں بٹھایا لیکن مار ڈالنے کی نیّت سے ایک کمبخت یہودی کو اس مکان کی چھت پر چڑھا دیا تاکہ وہ ایک بہت بڑا وزنی پتھر رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سر مبارک پر گرا دے وہ بدبخت یہودی یہ ظالمانہ حرکت کرنے ہی کو تھا کہ حضور علیہ السّلام کو الہاماً علم ہو گیا۔ اس لئے حضورؑ فوراً باہر نکل آئے ۔

چونکہ یہود بدعہدی کا ارتکاب کرنے کے علاوہ حضور علیہ السّلام کے متعلق ایک نہایت ہی خوفناک حملہ کے سنگین مجرم ثابت ہوئے تھے اس لئے حضور نے انہیں کہلا بھیجا کہ دس دن کے اندر تم یہاں سے نکل جاؤ۔ ورنہ تمہارا انجام اچھا نہ ہو گا۔

یہود کو اپنے مستحکم قلعوں پر بہت بڑا بھروسہ تھا اور وہ ان کو ناقابل تسخیر سمجھے ہوئے تھے اس لئے وہ جنگ پر آمادہ ہو کر قلعہ بند ہو گئے تو حضور علیہ السّلام نے اُن کا محاصرہ کر کے اُن کا ناک میں دم کر دیا تھوڑے ہی عرصہ میں اُنہوں نے مجبور ہو کر صلح کی درخواست کی۔ اور وہ رحمت اللعٰلمین اپنی شان رحمت کے صدقے میں صلح کر لینے پر رضامند بھی تھے مگر عبداللہ بن ابیّ منافق نے یہود کو اپنی امداد کا وعدہ دیا اور بہکایا اور اس کا نتیجہ یہ ہوُا کہ وہ تنگی کی حالت میں مدینہ طیبہ سے خیبر کو جلا وطن کر دئے گئے اور اس تنازعہ میں مسلمانوں نے یہود کے کُچھ درخت خرما کاٹ ڈالے اور کُچھ درخت عمدہ باقی رہنے دئے۔

غزوۂ احزاب یا غزوۂ خندق ۵ھ

جو یہود اپنی شرارت اور بدکرداری کی پاداش میں مدینہ منورہ

سے خیبر کو جلاوطن کیئے گئے وہ فی الحقیقت خیبر میں پہنچ کر مطمئن ہوئے اور مسلمانوں سے انتقام لینے کی دُھن میں لگے۔ مگر بذات خود کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے قریش مکہ اور عرب کے بہت سے قبائل کو حضور ہادیٔ اسلام علیہ السّلام کے خلاف بھڑکایا اور اُن سے امداد کا وعدہ کیا قریش یہود کی امداد کے وعدے پر بہت خوش ہوئے اور چار ہزار کی جمعیت لے کر بہ سپہ سالاری ابوسفیان مکّہ سے قریش مدینہ کی جانب روانہ ہوئے اور راستہ میں یہود کی کوشش سے اور بہت سے قبائل عرب میں آ کر شریک ہوتے گئے۔ حتےٰ کہ دس ہزار آدمیوں کے لشکر نے مدینہ منوّرہ کا محاصرہ کر لیا۔ چونکہ اس لشکر میں عرب کے مختلف قبائل تھے اور اہل کتاب و مشرکین بھی سب شامل تھے۔ اس لئے اس جنگ کا نام احزاب ہے۔ اور اُن لوگوں کی زد روکنے کے لئے حضور علیہ السّلام نے بمشورہ حضرت سلمان فارسی رضؓ مدینہ منورہ کی مشرقی جانب چونکہ ایک کُھلا میدان۔ ایک خندق کھدوادی۔ اس لئے اس غزوہ کو غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں۔ حضور علیہ السّلام نے قریش اور یہود کے حملہ کا حال معلوم کر کے باتفاق رائے مدینہ سے باہر جا کر جنگ کرنا خلاف مصلحت سمجھا۔

اسی خیال پر حضور نے شہر کی حالت کا چہار طرف سے معائنہ کیا تو شہر پناہ کو چاروں طرف سے درست پایا۔ مگر بجانب شرق بالکل کھُلا میدان تھا اس لئے حضور نے حکم دیا کہ اس طرف کھائی کھودی جائے۔ گو اس زمانہ میں صحابہ کی بھوک اور افلاس سے بہت ہی نازک حالت تھی۔ اور علاوہ ازیں موسم سرما تھا۔ تاہم صحابہ نے بڑی جانکاہی اور محنت سے مخالفین کے آنے سے پیشتر خندق کھود کر تیار کر دی۔

روایت کرتے ہیں کہ خندق میں ایک ایسا گراں پتھر تھا کہ اُس کے ...... توڑنے اور نکال پھینکنے میں تمام صحابہ عاجز آ گئے تو حضور علیہ السّلام نے ایک آلہ لے کر اپنے دست مبارک سے اُس پتھر پر ایسا مارا کہ اُس پتھر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اس موقع پر ایک صحابی نے اپنا پیٹ کھول کر دکھایا کہ بھوک سے پیٹ کمر کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ حضور علیہ السّلام نے اس صحابی کو تسکین کے لئے اپنا شکم مبارک کھول کر دکھایا تو حضور علیہ السلام کی حالت اس سے بھی نازک تھی۔ حضور علیہ السّلام کا بھوک سے یہ حال دیکھ کر صحابہ کرامؓ کو سخت صدمہ ہوا۔ مگر سب کی حالت یکساں تھی۔ ایسی حالت میں کوئی ایک دوسرے کی مدد ہی کیا کر سکتا تھا۔ اس

لیئے ہر ایک شخص سکتے کے عالم میں سوچتا رہ گیا۔ حضرت جابرؓ اپنے گھر گئے اور بیوی سے کہا کہ کچھ ہے؟ تو اُس نے جواب دیا کہ صرف دو سیر کے قریب جو ہیں اُن کا آٹا پیس دیتی ہوں۔ حضرت جابرؓ نے کہا کہ تم آٹا پیس کر روٹی پکا دو۔ اور خود ایک ایک بکری لے کر ذبح کر کے گوشت پکانے میں مصروف ہوئے۔

غرضیکہ حضرت جابر اپنے ہاتھوں کا پکا ہوا گوشت اور اپنی بیوی کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹیاں لے کر حضور کی خدمت اقدس میں پہنچے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ میں ایک ہنڈیا گوشت کی اور دو سیر جو کی روٹیاں لایا ہوں۔ حضور علیہ السّلام مع خاص صحابہ کرام کے تھوڑا تھوڑا تناول فرماویں حضور علیہ السّلام نے یہ سُن کر اپنے تمام لشکر میں اعلان کرا دیا۔ کہ اے خندق والو جابر رضؓ نے تمہاری دعوت کی ہے۔ چنانچہ وہی تھوڑا سا گوشت اور روٹیاں تمام لشکر نے شکم سیر ہو کر کھائیں اور اُس میں سے کسی قدر کمی کے ساتھ تمام کھانا بچ رہا۔

راوی فرماتا ہے کہ اس موقع پر لشکر اسلام میں زیادہ سے زیادہ صرف پندرہ سو آدمی تھے۔ لیکن اگر اُس وقت پندرہ ہزار بھی ہوتے تو اُن سب کو یہ کھانا کفایت کرتا۔

برابر ایک مہینے تک لشکر کفّار مدینہ منوّرہ کا محاصرہ کیئے رہا
اور آپس میں متفرق لڑائیاں بھی ہوتی رہیں آخر کار نصرت الٰہی
کی ہوا چلی یعنی یکایک خدائے تعالےٰ نے برق و باد کا کفّار
پر ایک بھاری لشکر بھیجا اور اُس میں فرشتے اندرونی طور پر
اپنا کام کر رہے تھے کہ یکایک کفّار کے گھوڑے اگاڑی
پچھاڑی توڑ توڑا کر بھاگ گئے اور ڈیروں کی طنابیں ٹوٹ
کر کفّار پر گریں اور دشمنوں میں ایک کھلبلی مچ گئی اور
اور کفّار ایسے بیدل اور بدحواس ہو کر بھاگے کہ پھر کبھی اُنہوں
نے مدینہ کی طرف رخ نہیں کیا۔ اس واقعہ کو خداوند تعالےٰ
قرآن مجید میں اس طرح بیان فرمایا ہے *

ترجمہ اے مسلمانوں اس احسان خداوندی کی تو
یاد کرو جو اُس نے تم پر کیا تھا۔ جبکہ تم پر لشکر کے لشکر
آچڑھے تھے تو ہم نے اُن پر باد صرصر (آندھی) بھیجی اور لشکر
ملائکہ جو تم کو دکھائی نہیں دیتے تھے اور اس وقت تم جو جنگ
کی تدابیر کر رہے تھے اللہ اُن کو بھی دیکھ رہا تھا۔ یہ وہ وقت
تھا کہ دشمن تم پر اوپر (مشرق) سے بھی آچڑھے اور نیچے (مغرب)
کی جانب سے بھی اور مارے خوف کے تمہاری آنکھیں پھری

کی پھری رہ گئیں۔ اور کلیجے منہ کو آ گئے اور تم خدا کے وعدۂ نُصرت کے بارہ میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ اس موقع پر مسلمانوں کے (استقلال) کی آزمائش کی گئی اور ایک سخت زلزلے میں آ گئے۔

اور جبکہ منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں (شک) کے روگ تھے (بے اختیار) بول اُٹھے کہ خُدا اور اُس کے رسُول ؐ نے جو وعدۂ نصرت ہم سے کیا تھا نرا دھوکا تھا۔ اور جب سچے مسلمانوں نے لشکروں کو دیکھا تو بول اُٹھے کہ یہی وہ وقت تھا کہ جو خُدا اور اُس کے رسول ؐ نے ہمیں پیشتر سے بتلا رکھا تھا اور اللہ اور اُس کے رسول ؐ نے سچ فرمایا تھا اور اس موقع کے پیش آنے سے اُن لوگوں کا ایمان اور بھی زیادہ مضبوط ہو گیا۔ اور خُدا نے اپنی قدرت سے کافروں کو مدینہ ... سے (مار) ہٹایا۔ اور وہ اپنے غصّے میں بھرے ہوئے تھے (خود) ہٹ گئے اور اُن کو اس فہم سے کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا اور خدا تعالےٰ نے اپنی مدد سے مسلمانوں کو سخت لڑائی کی نوبت ہی نہ آنے دی اور اللہ زبردست اور سب پر غالب ہے۔

غزوۂ بنی قریظہ ۵ھ

بنی قریظہ جو یہود کا ایک قبیلہ تھا بموجب معاہدہ اُس کا فرض تھا کہ یہ لوگ جنگ احزاب میں مُسلمانوں کی مدد کرتے.....

...... مگر یہ اُلٹے مُسلمانوں کی بدخواہی میں مصروف ہو گئے اور اُن کا سردار کعب بن اشرف عین موقع اور وقت پر خیبر کے یہودی حیؓ بن اخطب کے ورغلانے پر مخالفوں سے جا مِلا۔ اور یہ لوگ اپنی شامتِ اعمال سے باوجود اہل کتاب ہونے کے بجائے توحید کے بت پرستی کے حامی بنے۔ اس لئے بحکمِ الٰہی رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کی شرارتوں کے انسداد کے لئے اُن کی سب گڑھیوں کا محاصرہ کر لیا تو اُنھوں نے تنگ آکر حضرت سعد بن معاذ کو اپنا حاکم بنایا۔ جنھوں نے اُن کی آئے دن کی شرارتوں کو روکنے کے لئے حضرت موسےٰ علیہ السّلام کی طرح یہ فیصلہ کیا کہ اُن کے جنگجو مرد قتل کئے جائیں اور اُن کی عورتیں و بچّے اور جو لوگ لڑنے کے قابل نہیں ہیں وہ محفوظ رکھّے جائیں۔ چنانچہ شرک کے حامی اپنی بغاوت اور

شرارت اور بدعہدی کے عوض اپنے کیئے کو پہنچے ۔

واقعہ حدیبیہ ۶ھ

حضور علیہ السلام کو اپنی جائے ولادت اور پیارے وطن مکہ معظمہ سے نہایت ہی محبت تھی اس لئے آپ نے بالہام ربانی یہ دُعا فرمائی تھی۔ ترجمہ

"(تو اے محمدؐ) کہ اے رب مجھے سچا داخل کرنا داخل کر اور سچا نکالنا نکال اور میرے لئے اپنے یہاں سے مددگار روحانی پیدا کر دے "

حضور علیہ السلام کو ہر وقت یہی خیال رہتا تھا کہ جلد اپنے وطن کو آنکھوں سے دیکھوں اور حج بیت اللہ کر کے سُنت ابراہیمی کو زندہ کروں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے ۶ھ میں حضورؐ کو ایک خواب دکھایا کہ حضورؐ مع اپنے صحابہ کے امن و چین سے مسجد حرام میں داخل ہوئے اور عُمرہ بجالائے اور حج کی رسمیں ادا کر رہے ہیں ۔

چونکہ انبیا علیہم السلام کا خواب بھی ایک قسم کا الہام ہی ہوتا ہے۔ مگر . . . وقت اور سال کا تعین نہیں بتلایا گیا تھا تاہم

حضور علیہ السلام نے مکہ کی تیاریاں شروع کر دیں اور قریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کو اپنے ہمرکاب لے کر مکہ کی جانب کوچ کیا اور قربانی کے جانور نشان کئے ہوئے بھی ہمراہ تھے۔ حضور ع نے اس خیال سے کہ قریش کو ہماری جانب سے لڑائی کا گمان نہ ہو اپنے لشکر میں یہ حکم نافذ فرمایا کہ کوئی شخص ہتھیار باندھ کر نہ چلے ؛

چنانچہ سب نے تعمیل ارشاد کی۔ لیکن ذوالحلیفہ (مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے) پر پہنچے تو حضرت عمرؓ کو یہ خیال ہوا کہ دشمنوں میں بلا ہتھیار کے چلنا مناسب نہیں حضور علیہ السلام نے حضرت عمرؓ کی رائے کو پسند فرما کر مدینہ سے ہتھیار منگائے جب مکہ دو منزل رہ گیا تو مکہ سے آ کر بشیر بن سفیان نے خبر دی کہ حضور علیہ السلام کی آمد کی خبر پا کر تمام قریش نے باہم فیصلہ کر لیا ہے کہ مکہ میں مسلمانوں کو قدم نہیں رکھنے دیں گے۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ اکابر صحابہ میں سے کسی کو سفارت کے طور پر قریش کے پاس بھیجیں کہ ہم کو لڑنا منظور نہیں ہے صرف حج ادا کر کے واپس چلے جائینگے اس کام کے لئے حضرت عمرؓ کو مامور فرمایا لیکن اُنہوں نے

نے عرض کی کہ قریش کو مجھ سے سخت عداوت ہے۔ اور میرے عزیزہ اقربا میں سے کوئی وہاں موجود نہیں ہے۔ آخر حضرت عثمانؓ کو روانہ کیا گیا قریش کی جانب سے اوّل بدیل بن ورقہ نے حضورؐ کو یہ پیغام سنایا کہ قریش مسلمانوں کو مکّہ میں ہرگز نہیں آنے دینگے اس پر نہایت نرمی سے جواب ملا کہ ہم صرف حج کے لئے آئے ہیں۔ لڑائی مقصود نہیں ہے۔ تو اُس نے قریش سے جا کر کہا کہ مسلمانوں کو عُمرہ سے نہ روکا جائے تو اچھّا ہے۔ قریش نے شک کیا کہ در پردہ یہ مسلمان ہو گیا ہے۔ پھر عروہ بن مسعود کو بھیجا۔ اُس نے آکر حضور علیہ السلام سے آزادانہ گفتگو شروع کی۔۔ ۔۔۔ مگر اس نبئ رحیم وکریم کے جان نثار صحابہ نے اُسے روک دیا۔ یا جس پر اُس نے قریش سے جا کر کہا کہ میں نے روم و ایران وحبشہ کے دربار بھی دیکھے ہیں۔ مگر سچ کہتا ہوں کہ جو شان وشوکت محمدؐ (صلعم) کی ہے کسی بادشاہ کی نہیں دیکھی۔ اور جو عزّت وتوقیر محمدؐ (صلعم) کی اُس کے صحابہ کرتے ہیں کسی درباریوں کو کرتے نہیں دیکھا۔

حضرت عثمانؓ مکّہ میں پہنچے تو قریش نے اُن کی بہت خاطر مدارات کی اور زیارت وطواف کعبہ کی بھی اجازت دے دی مگر

انھوں نے اپنے ہادی و مولا کی مصاحبت بغیر زیارت کعبہ کرنا گوارا نہ فرمایا اس پر قریش نے حضرت عثمان کو مع دس ہمراہیوں کے نظر بند کر لیا۔ ادھر محمدؐ بن سلمہ کے طلیعہ نے اہل مکہ کے پچاس جاسوسوں کو گرفتار کر کے حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ جن کو نظر بند کیا گیا۔

حضرت عثمان کے واپس آنے میں حد سے زیادہ دیر لگی تو اہل اسلام میں یہ مشہور ہو گیا کہ حضرت عثمان قتل کر دئے گئے۔ چونکہ سفیر کا قتل کسی مذہب اور کسی قوم میں جائز نہیں اس لئے حضور علیہ السلام کو نہایت جلال آیا اور آپ نے ایک کیکر کے درخت کے زیر سایہ تمام صحابہ رضؓ سے اس بات پر بیعت لی کہ اگر عثمان رضؓ شہید ہو گئے ہوں تو ان کا انتقام لینے کے لئے یا اگر قید ہو گئے ہوں تو ان کی رہائی کے لئے جو لڑائی پیش آئے سب جان دینے کے لئے تیار ہیں۔ چنانچہ یہ واقعہ بیعت الشجر کے نام سے مشہور ہے۔ جب قریش کو اس بیعت کی خبر پہنچی تو وہ سخت گھبرائے اس لئے تین آدمیوں کو شرائط صلح کے لئے حضورؐ کی خدمت میں بھیجا۔ ان میں سے ایک کا نام سہیل بن عمر تھا۔ سہیل نے پہنچتے ہی اپنے جاسوسوں

کی رہائی کی درخواست کی جس پر حضور نے فرمایا کہ تم عثمان کو مع ہمراہیوں کے چھوڑ دو۔ چنانچہ اس شرط کی منظوری پر طرفین کے قیدی رہا کئے گئے پھر سہیل نے مندرجہ ذیل شرائط صلح پیش کیں:

(۱) اس سال آپ مع صحابہ بلا عُمرہ کے واپس جائیں۔ ہاں البتہ اگلے سال اگر چاہیں تو آ کر قضا کر لیں۔ مگر تین دن سے زیادہ نہ ٹھیریں اور ایک ایک تلوار کے سوا کوئی اور ہتھیار نہ لائیں:

(۲) دس سال تک امن عام اور آزادی رہے۔ کوئی شخص کسی کا مزاحم نہ ہو۔ اور نہ ایک دوسرے کے معاہدین اور طرفداروں سے لڑیں:

(۳) اگر کوئی قریش کا آدمی مدینہ میں چلا جائے تو مُسلمان اُس کو واپس کر دیں:

لیکن اگر کوئی مسلمان قریش کے پاس چلا جائے تو قریش واپس نہ دیں گو یہ تمام شرائط قریش نے اپنے مطلب کی پیش کیں مگر حضورؐ نے اپنے علم باطن اور حلم کی وجہ سے انہیں منظور فرمالیا۔ تمام صحابہ اس پر برافروختہ ہوئے کہ ہم ہرگز

اس طرح دب کر صلح نہیں کرینگے۔ مگر حضورؐ نے سب کو اِس کی حکمتیں بیان فرمادیں ؂

غرضیکہ تحریر صلح نامہ کے لئے حضرت علی رضؓ طلب کئے گئے۔ اور صلح نامہ لکھا جا کر طرفین کے معززاشخاص کی گواہی سے مکمل ہؤا۔ قرارداد صلح کے مطابق حضورؐ نے اسی مقام پر حج کی معمولی رسمیں ادا کیں۔ اور مدینہ منوّرہ کی جانب مراجعت فرمائی۔ اس سنہ میں سورۂ فتح نازل ہوئی۔ حضورؐ نے حضرت عمر کو طلب کرکے فرمایا کہ آج مجھ پر ایسی سورہ نازل ہوئی ہے جو مجھ کو تمام جہاں کی چیزوں سے زیادہ عزیز ہے۔ پھر یہ آئتیں پڑھیں (یعنی اے نبی) ہم نے تمہارے لئے (اِس صلح کو) فتح مبین بنادیا۔ کہ تم آزادی سے دین اسلام کو پھیلاؤ۔ اور خدا اُس کے صلہ میں تمہاری گذشتہ اور آیندہ خطئابت بشری کو معاف کرے اور تم کو بے روک وٹوک سیدھی راہ پہلے چلے۔ کہ (تمہارا کوئی مزاحم نہ رہے) اور تمہاری بڑی زبردست مدد کرے ؂

فتح خیبر ۷ھ

صلح حدیبیہ میں مسلمانوں کی نہایت دل شکنی ہوئی تھی اس لئے اُن کو سورہ فتح میں تسلّی دے کر یہ بھی وعدہ فرمایا گیا تھا کہ فتح مکہ سے پیشتر ایک اور فتح تمہارے لئے ٹھیرا دی گئی ہے ؞

یہود اپنے فطرتی بغض و حسد اور طرح طرح کے توہمات سے نچلے نہ بیٹھ سکے تھے چنانچہ اِس سال اُنہوں نے پھر مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ حضور نے حملہ روکنے کے لئے ۱۴۰۰ مسلمانوں کے ساتھ یہود کے مضبوط قلعوں کو جا گھیرا چنانچہ اوّل قلعہ نطاۃ کو سر کیا۔ بعد دوسرے قلعے بھی یکے بعد دیگرے بہت جلد جلد فتح ہوتے چلے گئے اور آخر میں قلعہ قموص کے محاصرہ کی نوبت پہنچی۔ جو سب میں مضبوط اور مستحکم قلعہ تھا مگر یہ قلعہ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حُسن تدبیر سے فتح ہو گیا۔ تو خیبر کے یہود مغلوب ہو کر صلح کے خواستگار ہوئے حضور علیہ السّلام نے نہایت بہترین شرائط پر صلح کر لی ؞

فتح مکہ معظمہ ۸ھ

شرائط صلح حدیبیہ میں دوسری شرط یہ بھی تھی کہ قریش اہل اسلام کے طرفداروں اور ہم عہدوں سے اور مسلمان قریش کے طرفداروں سے نہ لڑیں۔ قبیلہ بنی خزاعہ حضور ہادیٔ اسلام کی پناہ میں اور بنی بکر قریش کے طرفدار تھے۔ اتفاقاً بنی بکر اور بنی خزاعہ میں لڑائی چھڑ گئی۔ قریش نے معاہدہ کو بالائے طاق رکھ کر شرائط صلح کے خلاف علانیہ اور بھیس بدل کر بنی بکر کی مدد کی۔ اس لڑائی میں بنی بکر کے ۱۲۰ آدمی مارے گئے اور بنی خزاعہ نے حرم میں پناہ لی تب بھی ان کو امان نہ ملی۔

حضور علیہ السلام کو خبر ہوئی تو اُن کو نہایت رنج اور قریش کی عہد شکنی پر افسوس ہوا۔ اور دل میں خیال گزرا کہ عجب نہیں کہ بدعہد لوگ ہم سے بھی عہد شکنی اور یہی سلوک کریں۔ پس حضور علیہ السلام بنی خزاعہ کی امداد اور اُن کے انتقام کے لئے تیار ہوئے۔ یہ خبر سُن کر قریش بہت گھبرائے اور حضور نبوی میں تجدید صلح کے لئے اپنے سردار ابو سفیان کو بھیجا وہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا مگر ناکام واپس آیا۔ کیونکہ بنی خزاعہ

کی ہمدردی اور حمایت اور کفار کی عہد شکنی اور روزانہ پیش قدمیوں کی بیخ کنی۔ حضور علیہ السلام پر لازمی تھی۔ اس وجہ سے حضور علیہ السلام دس ہزار آدمیوں کا لشکرِ جرّار لے کر جانب مکہ روانہ ہوئے۔ اس واقعہ سے حضرت موسےٰ علیہ السلام کی پیشین گوئی پوری ہوئی کہ خداوند سینا سے آیا اور سعیر سے ان پر طلوع ہوا فاران کی چوٹیوں سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت تھی"۔

اَللّٰہ اَللّٰہ۔ اُس رحمت اللعلمین کی شان رحمت کو دیکھئے کہ مکہ معظمہ میں قدم رنجہ فرماتے ہی مشرکین مکہ کی بدسلوکیوں کے انتقام لینے سے ہی درگذر نہیں فرمایا۔ بلکہ اُن کی تمام خطائیں معاف کر کے تمام مکہ میں یہ منادی کرادی کہ

(۱) جو شخص کعبہ میں موجود ہے یا داخل ہو جاوے اُسے امن ہے۔

(۲) جو شخص ابوسفیان (قدیم مخالف اسلام) کے گھر میں داخل ہو اُسے امن ہے۔

(۳) جو شخص امّہانی کے گھر میں پناہ گزیں ہو اُسے امن ہے۔

(۴) جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند رکھے اُسے امن ہے۔
(۵) جو شخص لڑائی سے دست بردار ہو کر اپنے ہتھیار رکھ دے اُسے امن ہے۔
(۶) لشکرِ اسلام کا کوئی شخص کسی پر حملہ نہ کرے۔ جب تک کہ ساکنانِ مکہ میں سے کوئی لڑائی پر آمادہ نہ ہو۔

تمام باشندگان مکہ اس اعلان سے مامون و محفوظ ہو گئے۔ صرف ایک جانب سے چند کفار نے لشکرِ اسلام پر حملہ کیا تھا۔ اُن کو شکست دی گئی۔ اس طرح حق کے مقابلہ میں ناحق کی شکست ہو کر مکہ میں فتح اسلام کے نعروں سے دشت و جبل گونج اُٹھے۔

اُس وقت حضور علیہ السلام پر بھی ایک عجیب عالم طاری تھا ایک طرف تو وہ ہجرت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے تھا۔ کہ جب حضور علیہ السلام کفار کی ایذائیں دینے اور تکالیف و آزار پہنچانے اور تیرہ سالہ توہین و تضحیک سے تنگ آ کر نہایت بے سروسامانی کے ساتھ خدائے قادر کے بھروسہ پر مکہ سے نکلے تھے۔ اور دوسری طرف اب اس شان و شوکت شاہانہ سے عزت و جبروت کے ساتھ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے

ایک عجیب ہی نظارہ پیش نظر تھا۔ ان دونوں حالتوں پر غور کرنے سے حضورؐ کو قدرت ایزدی کا ایک بہت بڑا کرشمہ نظر آیا۔ اور یہاں تک رقت طاری ہوئی کہ حضور ہادئ اسلام کی ریش مبارک خوشی کے آنسوؤں سے تر ہو کر آنسو سینۂ اقدس پر ٹپک رہے تھے۔ اِس عالم بیخودی میں اونٹ ہی کے پالان پر جُھک جُھک کر حضور علیہ السّلام سربسجود ہوتے اور شکر الٰہی بجالاتے ؎

غرضیکہ حضور علیہ السّلام اس شان و شوکت سے آبادی مکّہ مُعظّمہ میں ہوتے ہوئے درِ کعبہ پر پہنچے اور کعبہ کے تمام بتوں کو توڑ دینے کا حکم نافذ فرمایا۔ اور درِ کعبہ پر کھڑے ہو کر نہایت فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا۔ جس میں خداوند تعالےٰ کی عظمت و کبریائی اور اپنی بیکسی و مظلومی و عروج اور باطل کے مقابلہ میں حق کی فتح کا بیان اس شدّ و مد سے کیا کہ کُفّار مکّہ جوق جوق دوڑ دوڑ کر داعی اسلام کے قدموں میں گرے پڑتے تھے۔ اس رحمت اللعٰلمین نے باقتضائے شانِ رحمت ان سب کے گناہوں کو معاف کر کے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا سب لوگ حضور علیہ السّلام کے دست مبارک پر نہایت شرمساری اور ندامت کے ساتھ

سر نیچا کئے ہوئے بیعت کر کے اسلام کے حلقہ بگوش ہوتے گئے۔ . . . .

. . . .

. . . .

. . . .

حضور علیہ السلام کے ارد گرد آپ کے تمام مخالفین نہایت خائف و ترساں و لرزاں صف بستہ سرنگوں ان خیالات میں مستغرق تھے کہ محمد (صلعم) کی جنبشِ لب کی دیر ہے کہ ابھی جلاد سر پر کھڑے نظر آئینگے۔ مگر اُس نبی رؤف و رحیم نے اپنی متانت اور رقت بھری آواز کے ساتھ غمناک لہجہ میں اُن شریروں کو مخاطب کر کے یہ سوال کیا کہ تم لوگ مجھ سے کیسے سلوک کی امید رکھتے ہو اور اپنے تئیں کس سلوک کا مستحق خیال کرتے ہو اور تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے سب نے بالاتفاق عرض کیا کہ بے شک ہم سب اپنی شرارتوں کے عوض میں نہایت عذاب کے ساتھ قتل کر دینے کے قابل ہیں مگر آپ ہمارے اخی مکرم اور کریم ہیں اس لئے ہم حضورؐ سے رحم و بخشش ہی کی امید رکھتے ہیں اُس وقت حضورؐ

علیہ السّلام نے بڑی بلند حوصلگی اور کشادہ پیشانی سے پُر درد لہجہ میں اپنی لرزتی اور رقت بھری آواز کے ساتھ فرمایا کہ میں تم سے اور کچھ نہیں کہتا اور نہ کچھ انتقام چاہتا ہوں اور نہ شکوہ کرتا ہوں۔ صرف وہی کہتا ہوں جو اس سے پیشتر میرے بھائی یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا:۔

ترجمہ "یعنی آج تم پر کوئی سرزنش نہیں۔ تمہیں اللہ تعالےٰ معاف کرے وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے" اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جاؤ میں نے تم سب کو آزاد کر دیا:۔

یہ دلچسپ اور دلکش نظارہ ایسا نہ تھا کہ کوئی شخص دیکھے اور آبدیدہ یا اُس سے متاثر نہ ہو۔ چنانچہ سب کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں کہ کوئی بہ چشم پُرنم بصورت تصویر سکتے کے عالم میں بےحس و حرکت جہاں کھڑا تھا کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ اور کسی کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی اور رقت و سکوت کا ایک ایسا سماں بندھ گیا کہ جس میں اُن کو سوائے کرشمہ قدرت الٰہی کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اور وُہ اپنی پُرنم آنکھوں سے گویا میدان محشر میں داورِ حشر کو انصاف پر بیٹھا دیکھ رہے تھے۔ اُسی بے خودی کے عالم میں

اخلاق محمدیؐ کے گرویدہ ہو کر سب نے کلمہ شہادت بے اختیار پڑھ دیا۔ پس اللہ تعالےٰ کے سب وعدے پورے ہوئے اور گروہ در گروہ دین اللہ میں داخل ہو گئے اور دن بدن داخل ہونے شروع ہوئے ؎

جنگ حنین

حنین ایک مقام ہے نواح طائف میں وہاں صحرائی لوگوں کے کئی ایک قبائل اور قوم بنی ہوازن کی ایک جماعت کثیر مسلمانوں کے خلاف جنگ و جدل پر آمادہ ہوئی۔ یہ خبر حضور علیہ السلام کو بھی پہنچی۔ آپ بارہ ہزار مسلمانوں کی جمعیت سے وہاں پہنچے اور لڑائی شروع ہوئی۔ مسلمانوں کے دل میں یہ خیال گزرا کہ ہماری جمعیت قلیل ہمیشہ جماعت کثیر کے مقابلہ میں کامیاب ہوتی رہی ہے اس لئے نہایت بے توجہی سے لڑتے تھے۔ اس کم توجہی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابتدا میں عین لڑائی کے وقت مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور بھاگ نکلے حتیٰ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی تھوڑے سے ہی آدمی باقی رہ گئے۔ اس نازک وقت و موقع پر حضور علیہ السلام آگے

بڑھے۔ اور فرمایا:۔

"میں سچّا نبی ہوں اور عبد المطلب کا بیٹا ہوں"

کسی حالت میں پیٹھ دکھانے والا نہیں۔ اور حضور علیہ السّلام ایک اونچے ٹیلے پر جا کھڑے ہوئے اُس وقت حضرت عباس رضی اللہ نے بآواز بلند پکارا اور للکار کر کہا کہ محمدؐ رسول اللہ تو یہ کھڑے ہیں اے حامیانِ اسلام تم کدھر بھاگے جاتے ہو۔ پس آواز سُن کر سب لوگ سمٹ پڑے اور مُتفقّہ کوشش سے اس دھڑلّے کا حملہ کیا کہ بنی ہوازن کے جمے ہوئے پاؤں اُکھڑ گئے اور اُنہوں نے شکست فاش کھائی۔

حجۃ الوداع

۹ سنہ ہجری میں حج فرض ہُوا تھا مگر اس سال حضور علیہ السّلام بہ سبب تعلیم وفود اور امور غزوات کے خود حج کو تشریف نہ لے جا سکے اور حضرت ابو بکرؓ و حضرت علی رضؓ کو بھیج دیا۔ لیکن دوسرے سال حضور ہادی اسلام بذاتِ خود ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحاب کو ساتھ لے کر ادائے فریضہ حج کے لئے مکّہ میں پہنچ گئے۔ اس سفر میں حضور علیہ السّلام نے اکثر ایسی باتیں بیان فرمائیں۔

جیسے کہ کوئی شخص اپنے دوستوں اور قوم سے رخصت ہوتا ہے اس لئے اس حج کو حجۃ الوداع بھی کہتے ہیں ؛

اللہ اکبر حجۃ الوداع کا نظارہ بھی ایک دلچسپ نظارہ تھا کہ جس میں ایک لاکھ آدمیوں کا مجمع آپ کے ساتھ تھا۔ حضور ہادیئے اسلام علیہ السّلام نے موسٰے علیہ السّلام کی طرح اس میدان عرفات میں ایک اونچے ٹیلے پر کھڑے ہو کر آخری نصیحتیں فرمائیں اور اپنے خُدّام کو وصیتیں کیں اور فرمایا کہ شاید اگلے سال میں تم میں نہ رہوں۔ اس لئے کہ دین اسلام مُکمّل ہو چکا۔ اور تبلیغ رسالت میں میں پورے طور پر اپنا فرض منصبی ادا کر چکا ہوں۔ پھر آخر میں فرمایا ؛

اے لوگو جب قیامت ہو گی اور خداوند تعالےٰ تم سے میری تبلیغ رسالت کے متعلق سوال کریگا تو تم کیا جواب دوگے سب نے عرض کیا ہم یہ کہینگے کہ خداوندا تیرے رسول نے سخت سے سخت ایذائیں اور تکالیف ہمارے ہاتھوں سے برداشت کیں اور تیرے احکام اپنی امت کو پہنچائے اور تبلیغ رسالت کا پورا پورا حق ادا کیا۔ تب حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا ؛

اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ - اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ ؁

عرفہ کے دن نماز جمعہ کے پہلے حضور ہادیٔ اسلام پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ترجمہ "یعنی آج میں نے اپنا دین اسلام تم پر کامل کیا۔ اور تم پر اپنی نعمت پوری کی۔ اور تمہارے لئے دین (اسلام) کو پسند کیا۔"

اس آیت سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم نے سمجھ لیا کہ میری رسالت و نبوّت کی غرض و غایت پوری ہو چکی۔ اور وصال الٰہی کا اشتیاق حضورؐ کے قلب پر غالب ہُوا۔ ادائے فریضہ حج کے بعد آپ مدینہ منوّرہ واپس تشریف لائے۔ اور وصال سے چند روز پیشتر سب کو جمع کیا۔ انصار اور مہاجرین کے متعلّق مفصّل ہدایات اور نصائح فرما کر فرمایا کہ اگر کسی شخص کا کوئی حق مجھ پر ہو تو طلب کر لے۔ ایک شخص نے ۳ درم قرض کے بیان کئے جو ادا کئے گئے پھر لوگوں نے اپنے اپنے لئے دعائیں کرائیں ؁

حج سے ۸۱ یوم بعد ۱۱ھ ۱۲ ربیع الاوّل کو اس ظاہری عالم سے حضور ہادیٔ اسلام علیہ السّلام ۶۳ سال کی عمر میں باشتیاقِ

وصالِ الٰہی فردوس بریں کی جانب اَللّٰھُمَّ ھُوَالرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی
کہتے ہوئے تشریف لے گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حضور علیہ السّلام کے کنبہ کے حالات

(۱) حضور کے ۹ چچا تھے۔ حارث۔ زبیر۔ حجل۔ ضرار۔ مقوم۔ ابولہب۔ ابوطالب۔ حمزہ۔ عباس۔

(۲) پھوپھیاں۔ چھ تھیں۔ جن میں سے صرف صفیہ۔ والدہ زبیر مُسلمان ہوئیں۔

(۳) غلام ۱۲ تھے اور سب کو حضور علیہ السّلام نے آزاد فرمادیا۔

(۴) لونڈیاں ۳ تھیں۔

(۵) ازواج یعنے بیویاں گیارہ تھیں۔ دو نے حضور کے سامنے انتقال کیا ۹ نے بعد میں جن کے نام یہ ہیں۔ پہلی بیوی خدیجۃ الکبریٰ دوسری بیوی سودہ۔ تیسری بیوی عائشہ صدیقہ بنت صدیق اکبر۔ چوتھی بیوی حفصہ بنت عمر فاروق رض پانچویں بیوی اُم حبیبہ بنت ابوسفیان۔ چھٹی بیوی ام سلمہ۔ ساتویں بیوی زینب

بنت جحش - آٹھویں بیوی زینب خزیمہ - نویں بیوی جویریہ بنت حارث - دسویں بیوی صفیہ - گیارھویں بیوی - میمونہ بنت حارث بلالیہ ۞

(۶) اولاد افرزند نرینہ ۳) قاسم - عبداللہ - ابراہیم - دختران) زینبؓ زوجہ ابوالعاص بن ربیع - ام کلثومؓ و رقیہؓ ازواج حضرت عثمان غنی رضؓ فاطمہؓ زوجہ علی کرم اللہ وجہہ ۞

کاتبانِ سرکارِ نبوی

حضور علیہ السلام کے کاتب تو بہت تھے مگر خاص اشخاص یہ ہیں حضرت ابوبکر صدیق کے علاوہ تینوں خلفاء رضؓ حضرت عبداللہ بن ارقم ابی بن کعب - ثابت بن عقیل - زید بن ثابت - معاویہ رضی اللہ عنہم اجمعین ۞

اخلاقِ محمدیؐ

حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری نبوت کا مدعا یہ ہے کہ مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کی تکمیل کروں - بخاری کی ایک حدیث یہ اخلاق بیان کرتی ہے کہ آنحضرت

شاہد خلق ہیں۔ مطیع کو بشارت سناتے اور عاصی کو ڈراتے ہیں۔ ناواقفوں کی جائے پناہ۔ خدا کے بندے اور رسول صلعم جملہ کاروبار اللہ پر چھوڑ جانے والے۔ نہ درشت خو نہ سخت گو چیخ کر نہیں بولتے۔ بدی کا بدلہ ویسا ہی نہیں دیتے۔ معافی مانگنے والے کو معاف کرتے ہیں۔ اور گنہگار کو بخش دیتے ہیں۔ ان کا کام مذاہب کی کجی کو دور کرنا ہے القصہ ہر ایک خوبی سے آراستہ اور جملہ اخلاق فاضلہ سے متصّف ۔

صبر و حلم

ایک یہودی کا قرض دینا تھا۔ ابھی ایام وعدہ باقی تھے۔ راہ چلتے ہوئے گریبان آکر پکڑ لیا کہ میرا قرض ادا کرو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ واجب القتل ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں تم مجھے حسن ادائیگی کے لئے حسن تقاضا سکھاؤ۔ پھر اسے ہنس کر فرمایا کہ ابھی ایام باقی ہیں۔ ایک اعرابی نے پیچھے سے آکر زور سے چادر کھینچی۔ گردن سرخ ہو گئی۔ حضور نے پلٹ کر دیکھا تو وہ بولا کہ "میری امداد کرو میں غریب ہوں" آپ نے خدام کو فرمایا ایک اونٹ جو کا اور ایک اونٹ کھجور کا دلا دو ۔

ادب و تواضع

کبھی پاؤں پھیلا کر مجلس میں نہ بیٹھتے۔ اپنی تعلیم کے لئے مسلمانوں کو ایستادہ ہونے سے منع فرماتے۔ کوئی شخص دست مبارک کو پکڑ لیتا تو خود کبھی نہ چھوڑاتے کسی کی بات نہ کاٹتے۔ سوار ہو کر پیدل کو ساتھ نہ لیتے یا سوار کر لیتے یا اُسے واپس کر دیتے ؎

جود و سخاوت

سائل کو کبھی رد نہ فرماتے اور زبان مبارک پر انکار نہ لاتے اگر کچھ بھی دینے کو نہ ہوتا تو سائل سے عذر کرتے۔ گویا کوئی شخص معافی چاہتا ہے ایک شخص نے آکر سوال کیا۔ فرمایا میرے پاس تو ہے نہیں۔ تم بازار سے میرے نام پر قرض لے لو۔ دن میں جو کچھ نقد آتا اُسے شب خوابی سے پہلے خرچ کر دیتے۔ رات کو گھر میں نقد نہ رہنے دیتے ؎

شفقت و اخفاء عبادت

عبادت نافلہ چھپ کر فرمایا کرتے تا کہ امت پر اس قدر

عبادت کا کرنا شاق نہ ہو ہمیشہ آسان صورت کو اختیار فرماتے۔
ہیں کسی کی خبیث میرے سامنے ذکر و میں نہیں چاہتا کہ اُس
کی جانب سے میری صاف دلی میں فرق آئے۔ وعظ و نصیحت
کبھی کبھی فرمایا کرتے تاکہ لوگ اُکتا نہ جائیں۔ بسا اوقات ساری
ساری رات امت کے لئے دعا کرتے اور زار زار روتے

صلۂ رحم

آپ فرماتے میرے دوست کو اہل ایمان ہی ہیں۔ لیکن
صلہ رحم سب کے ساتھ ہے۔ ایک جنگ میں ایک لونڈی
نے کہا کہ میں آپ کی دایہ کی بیٹی ہوں۔ حضور علیہ السلام نے
اپنی چادر مبارک اُتار کر اُس کے لئے بچھا دی۔

عفت و عصمت

حضور ہادئ اسلام فرماتے ہیں کہ مکہ میں رات کو لوگ کہانیاں
کہا کرتے تھے۔ مجھے بھی سننے کہنے کا شوق ہوا۔ اُس وقت
عمر ۱۰ سال سے کم تھی میں اس ارادہ سے چلا راہ میں آرام کے لئے
ذرا بیٹھ گیا وہیں نیند آگئی۔ جب سورج نکلا آنکھ کھلی۔ اسی عمر کا

ذکر ہے کہ کسی کے ہاں بیاہ تھا۔ عورتیں گا رہی تھیں دف بجتی تھی میں سننے کے لئے چلا راہ میں نیند نے غلبہ کیا سو گیا اور تکلف و دکھ کے واقعات کے سوا میں نے کبھی مکروت ہے۔ جب عبادت ہی تو منظور نہیں تھا کہ آپ مکروت نہیں کرتے ؏

زہد

راہ عدم کی دعا یہی تھی۔ الٰہی ایک دن بھوکا رہوں ایک دن کھانے کو ملے۔ بھوک میں تیرے سامنے گڑگڑایا کروں اور کھا کر تیرا شکر ادا کیا کروں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضہ فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السّلام کا کنبہ مہینہ دو مہینہ تک پانی اور کھجور پر گزران کرتا چولھے میں آگ روشن نہ ہوتی ابن عوف کہتے ہیں کہ میرے گھر میں حضور علیہ السّلام نے تا وفات نان جویں سیر ہو کر نہ کھائی۔ صدیقہ رضہ فرماتی ہیں کہ میرے گھر میں حضور علیہ السّلام کا بستر کھجور کے پتوں سے بھرا ہوا تھا۔ حفصہ رضہ کہتی ہیں میرے گھر میں ...... حضور علیہ السّلام کا بستر صرف ٹاٹ کا تھا اُسے دوہرا کر کے بچھا دیا جاتا۔ ایک دن چار تہ کر دیا۔ فرمایا بستر نرم ہو گیا

آبندہ الیسا نہ کرنا حضور علیہ السلام کی زرہ بوقت دولت ایک شخص کے پاس بعوض غلہ گرو تھی۔ حضور علیہ السلام حالت نزع میں تھے۔ صدیقہ رضؓ نے اُس وقت پڑوسن سے مانگ کر تیل منگوایا تھا۔ فاطمۂ زہرا نے تنور کی آگ سے جھلسے ہوئے اور چکی کی تکلیف سے چھالے پڑے ہوئے ہاتھ دکھا کر ایک لونڈی مانگی فرمایا اللہ کو خوب یاد کرو۔ دُنیا کی تکلیفیں کیا ہیں۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ الٰہی ہم کو اتنا دے جتنا پیٹ میں ڈال لیں زہد کی یہ صورتیں بناوٹی نہ تھیں ناچاری کچھ نہ تھی۔

شدّتِ عبادت و خشیّت

سجدے میں اتنی اتنی دیر تک پڑے رہتے کہ صحابہ کو انتقال کا وہم ہو جاتا نماز نافلہ میں اتنا لمبا قیام فرماتے کہ پاؤں پر ورم ہو جاتا صحابہ نے کہا کہ آپ تو بخشے ہوئے ہیں اتنی سختی عبادت میں کیوں پسند فرماتے ہیں۔ فرمایا کیا اُس کا شکر ادا نہ کروں مناجات کے وقت سینۂ مبارک دیگ کی طرح جوش مارتا ہوا معلوم ہوتا۔ پے درپے کئی کئی دن کا روزہ رکھتے مگر دوسروں کو اس سے منع فرماتے۔

تعلیماتِ مصطفوی

تہذیبِ نفس

دانا وہ ہے جو اپنے نفس کو ذلیل اور مابعد موت کے لئے عمل کرتا ہے۔ نادان وہ ہے جو نفس کا تابع ہو کر خدا پر امیدیں باندھتا ہے۔ پہلوان وہ نہیں جو لوگوں کو پچھاڑ دیتا ہے بلکہ پہلوان وہ ہے جو اپنے نفس کو مغلوب کر لیتا ہے قناعت ایسا خزانہ ہے جو خالی نہیں ہوتا۔ غیر ضروری کام چھوڑ دینا عمدہ دینداری ہے مشورہ بھی امانت ہے یعنی دانستہ غلط مشورہ دینا امانت میں خیانت کرنا ہے۔ ترک شر بھی صدقہ ہے۔ حیا سراپا خیر ہے۔ صحت اور فراغ دستی نعمتیں ہیں جو ہر ایک کو میسّر نہیں۔ گزران میں میانہ روی رکھنا نصف روزی ہے تدبیر جیسی کوئی عقل نہیں۔ جو عہد کا پابند نہیں وہ دیندار نہیں عقل سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں۔ آدمی کی خوبصورتی اُس کی فصاحت ہے جہل سے بڑھ کر کوئی افلاس نہیں۔ جس میں امانت نہیں اُس میں ایمان

نہیں۔ حسن خلق کے برابر محبت کی کوئی تدبیر نہیں تواضع سے درجہ بلند ہوتا ہے۔ خیرات سے مال میں کمی نہیں آتی۔ اپنے بھائی کو طعن نہ دو۔ جس طرح سرکہ سے شہد خراب ہوتا ہے۔ اسی طرح بدخلقی سے سب اوصاف زائل ہو جاتے ہیں +

اقارب سے سلوک۔ رحم (قرابت) رحمان سے نکلا ہے جو قرابت کو قائم رکھتا ہے۔ خدا اُسے ملتا ہے۔ جو اُسے چھوڑتا ہے خدا اُس کو چھوڑتا ہے +

لڑکیوں کی پرورش۔ اگر کسی شخص کی تین بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ خدا سے ڈر کر اُن کی اچھی تربیت کرے وہ بہشتی ہے (خواہ ایک ہو) لڑکیوں کی پرورش ایک امتحان ہے جو اس میں پورا اُترے وہ دوزخ سے بچا رہیگا +

یتیموں کی پرورش۔ یتیموں کی پرورش کرنے والا بہشت میں میرے ساتھ یوں رہیگا جیسے ہاتھ کی دو انگلیاں +

باہمی برتاؤ کی تعلیم۔ جو چھوٹوں پر رحم اور بزرگوں کی توقیر نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔ تم اہل زمین پر مہربانی کرو خدا آسمان پر مہربان ہوگا۔ جو رحم نہیں کرتا ہے اُس پر رحم نہیں کیا جائیگا۔ ایک شخص دوسرے کی بجائے آئینہ ہے۔

اگر کسی بھائی میں کوئی عیب ہو تو اُسے بتلاؤ۔ سب کو ایک دیوار کی مانند ہو جانا چاہئے۔ جس کی اینٹ کو دوسری اینٹ مضبوط بناتی ہے۔ خندہ روئی سے ملنا۔ نیک کام کا بتا دینا بُرے کام سے ہٹا دینا بھولے کو راستہ بتا دینا ضعیف البصر کو راہ بتانا۔ راستہ سے کانٹا وغیرہ کا ہٹا دینا پانی کا ڈول نکال کر پلانا سب کو سلام کرنا۔ کھانا کھلانا۔ رات کو چھپ کر نماز پڑھنا۔ اسلام کی عمدہ علامتیں ہیں۔ یہ مت کہو کہ اگر لوگ ہم سے سلوک کرینگے۔ تو ہم بھی کرینگے۔ اور اگر ظلم کرینگے تو ہم بھی کرینگے۔ بلکہ ایسی عادت بناؤ کہ اگر اور تم سے سلوک نہ کریں۔ تو تم اُن سے احسان کرو۔ اور اگر وہ تم سے بُرائی کریں۔ تو تم اُن پر ظلم نہ کرو۔ جس کے اخلاق اچھے ہیں۔ وہ قیامت کے دن مجھے پیارا اور میرا قریبی ہوگا۔ جس کے اخلاق بُرے ہیں میں اُس سے بیزار اور دُور ہونگا۔ میں بیہودہ گو لاف زن۔ تکبر کرنے والے سے بیزار ہوں۔ اچھی حالت میں رہنے کا نام تکبر نہیں۔ تکبر دوسرے کو حقیر جاننے اور سچائی کو روک دینے کا نام ہے۔ عام لوگوں سے محبت رکھنا نصف عقل ہے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کے فوائد

(۱) اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری اور تعمیل حکم ؛

(۲) اللہ عزّ وجل کے ساتھ درود میں موافقت ؛

(۳) درود شریف میں فرشتوں کے ساتھ موافقت ؛

(۴) ایک دفعہ درود شریف پڑھے تو اس کو اللہ تعالےٰ کی جانب سے دس رحمتوں کا ملنا ؛

(۵) ایک دفعہ کے درود پڑھنے سے دس درجات کا بلند کیا جانا ؛

(۶) ایک بار درود شریف پڑھنے سے دس حسنات کا لکھا جانا ؛

(۷) ایک بار درود شریف پڑھنے سے دس برائیوں کا محو کیا جانا ؛

(۸) جب درود شریف دُعا سے اوّل و آخر ہو تو اُس دعا کا قبول ہونا ؛

(۹) درود خوانی سبب ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے پانے کا ؛

(۱۰) درود شریف گناہوں کی معافی کا باعث ہے ؛

(۱۱) تنگدست کے لئے درود شریف قائم مقام صدقہ ہے ؛

(۱۲) صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم جواب دیتے ہیں +

(۱۳) بکثرت درود شریف پڑھنے سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اُس شخص سے محبت ہوجاتی ہے +

(۱۴) درود خوانی اس امر کا ذریعہ ہے کہ درود خوان کا نام رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حضور یوں میں لکھا جائے۔ اور اہل کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی سعادت نہیں ہوسکتی۔ یہ کہ درود شریف کی برکت سے اس دربار عالی میں نام لیا جائے +

(۱۵) درود شریف پڑھنے سے مجلس پاکیزہ ہوجاتی ہے۔ اور قیامت کے دن وہ نشست اہل مجلس کے لئے حسرت نہیں بنتی اور جس مجلس میں درود شریف نہ پڑھا جائے وہ مجلس قیامت کے دن اہل نشست کے لئے حسرت کا باعث ہوگی +

(۱۶) درود شریف کے پڑھنے سے تنگدستی جاتی رہتی ہے +

(۱۷) درود شریف پڑھنے والے کو مرنے سے پہلے بشارت جنت مل جاتی ہے

(۱۸) درود شریف پڑھنے سے رنج وغم دور ہوجاتے ہیں +

(۱۹) درود شریف سے بھولی ہوئی چیز یاد آجاتی ہے +

(۲۰) درود خوانی انسان کی ہدایت اور حیاتِ قلب کا باعث ہے +